عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

مسلسل اشاعت کے ۵۲ سال

شمارہ ۱۳ جلد ۱۸ | ذوالحجہ ۱۴۳۵ اکتوبر 2014

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

قربانی کی فضیلت

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ

ہم اپنا نام مسلم کیوں نہیں رکھتے؟

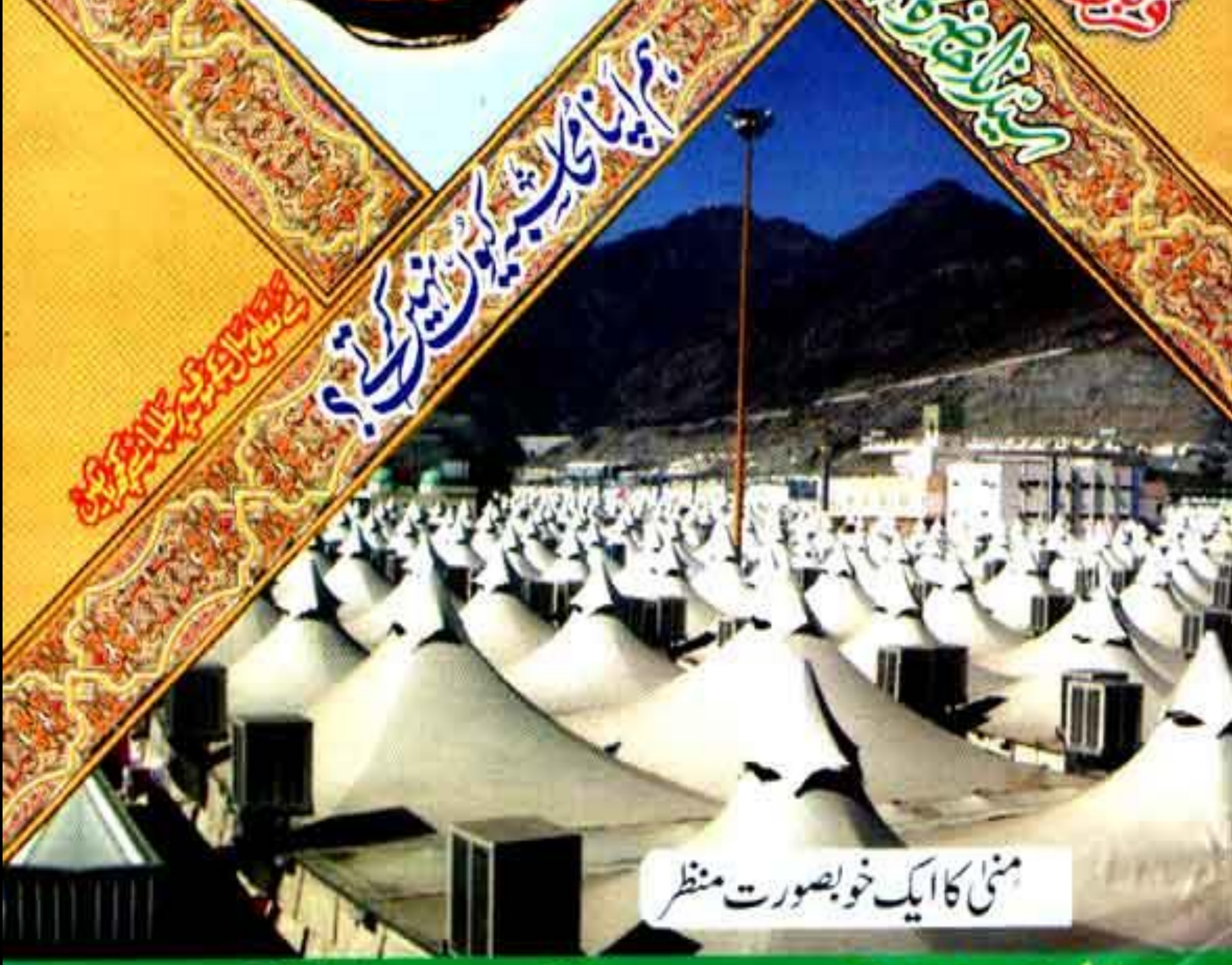

منیٰ کا ایک خوبصورت منظر

صیہونی تاریخ کے پوشیدہ اوراق حالات حاضرہ کے تناظر میں

قادیانی فرقہ... میر جعفر اور میر صادق کے روپ میں

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۱۲ ○ جلد: ۱۸

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلسِ منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفےٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفےٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: شکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

ہم اپنا محاسبہ کیوں نہیں کرتے؟	مولانا عبداللہ معتصم	3

مقالات ومضامین

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ	مولانا مفتی محمد	4
عام مسلمانوں کے باہمی حقوق	مولانا خالد فیصل	8
سات ہلاک کرنے والی چیزیں	محترمہ حمیرا یاسمین	12
اہمیت علم ومعرفت	مولانا محمد انس	14
قربانی کی فضیلت	مولانا مفتی محمد راشد	17
ایک ہفتہ......حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دیس میں (قسط نمبر 9)	مولانا اللہ وسایا	24

ردّ قادیانیت

صیہونی تاریخ کے پوشیدہ اوراق......حالات حاضرہ کے تناظر میں	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	32
قادیانی فرقہ......میر جعفر اور میر صادق کے روپ میں	مولانا انصار اللہ قاسمی دیوبند	36
احتساب قادیانیت جلد 54 کا مقدمہ	مولانا اللہ وسایا	43
نئے تعلیمی سال کے موقع پر طلباء سے کچھ باتیں	مفتی محمد راشد ڈسکوی	47

متفرقات

تبصرہ کتب	مولانا عبداللہ معتصم	55
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	56

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

ہم اپنا محاسبہ کیوں نہیں کرتے!!

ہر سال ہزاروں مسلمان فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔ لاکھوں صاحبان استطاعت ہر سال قربانی بھی دیتے ہیں۔ نہ فریضہ حج کی ادائیگی ایک رسم ہے اور نہ قربانی ایک روایت۔ دونوں فریضوں کا مقصد ارفع واعلیٰ ہے۔ ایک فریضہ بندوں کو یہ عملی سبق دیتا ہے کہ وہ کچھ عرصہ کے لئے عزیزوں، دلبندوں، اپنے کاروبار، گھربار سے منہ موڑ کر صرف اور صرف خداتعالیٰ کی خوشنودی کے لئے سفر اختیار کریں اور مناسک حج ادا کریں۔ گویا مقصد بندے کو اس کی ذات اور تمام دنیاوی علائق سے بلند کر کے خداتعالیٰ کے حضور میں حاضر کرنا ہے اور قربانی کا مطلب ہی خودغرضی کی نفی ہے۔ ہر سال فریضہ حج بھی ادا کیا جاتا ہے۔ قربانیاں بھی دی جاتی ہیں۔ پھر ایسا کیوں ہے کہ حقیقی جذبہ کے مظاہر مفقود ہیں۔ ہم سب ”رحماء بینھم“ کی نظیر پیش کرنے کی بجائے کیا بنے ہوئے ہیں؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب ہم بطور دوکاندار، بحیثیت تاجر اپنے بھائیوں کی کھالیں اتارتے ہیں تو ہم اسلامی تعلیمات کے ساتھ سنگین مذاق ہی نہیں کرتے بلکہ اصل اسلام کو رسوا کر رہے ہوتے ہیں۔ کیا اس سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ جب ہم بطور سیاستدان اور عوامی رہنما کے قوم کے خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔ جائیداد، پراپرٹی میں اضافہ کرتے ہیں تو ہمارا عمل خلاف اسلام ہوتا ہے بلکہ تمام اخلاقی، انسانی، سماجی اور تہذیبی اقدار کی پامالی کے مترادف ہے۔ دور کیوں جایئے! قربانی کے جانوروں ہی کی خرید وفروخت کو اپنے لئے غبن فاحش کی حد تک نفع بخش تجارت بنانا کہاں کا اسلام ہے؟ کیا ہمارے یہاں یہ سب کچھ نہیں ہوتا؟ کیا یہ سارے گناہ اور جرائم وہ لوگ نہیں کرتے جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ خداتعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر خدا کے بندوں کے لئے سراپا ایثار، سراپا قربانی، سراپا رحم وشفقت بننے کی تعلیم پانے والوں کا کردار ایسا کیوں ہے؟

ایک آسان اور عام فہم جواب ہے کہ قصور اسلام کا نہیں ہمارا ہے۔ اسلام بھی مظلوم ہے۔ جس کے پیروکار ایک دوسرے کے لئے موجب رحمت بننے کی بجائے موجب زحمت بنے ہوئے ہیں۔ اسلام میں حقیقی خوشی کا راز یہ ہے کہ دوسروں کے کام آؤ، دوسروں کی مدد کرو، دوسروں میں خوشیاں تقسیم کرو۔ اسی عمل میں حقیقی خوشی مضمر ہے۔ ہم کیسے مسلمان ہیں کہ دوسروں کو لوٹ کر دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر، دوسروں کو خوشیوں سے محروم کر کے اپنا دامن خوشیوں سے بھرنا چاہتے ہیں۔ لیکن سچی خوشی پھر بھی میسر نہیں آتی اور ”ھل من مزید“ کی بھوک کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

آیئے! حج بیت اللہ اور عید الاضحیٰ کے مبارک موقع پر اپنے آپ کا محاسبہ کریں۔ یہ سوچیں کہ ہم بحیثیت مسلمان کہاں کھڑے ہیں؟ ہم نے اپنے افعال واعمال، اپنی ضروریات اور خواہشات کو کہاں تک رضائے خداوندی کے تابع کیا ہے۔ ہمارا وجود بندگان خدا کے لئے رحمت ہو نہ کہ موجب زحمت۔ حقیقی زندگی، حقیقی مسرت کا راز پسر خلیل علیہ السلام کی ادا سیکھنے اور اس کو اپنانے میں مضمر ہے۔

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ

مولانا مفتی محمد

حضرت عثمان بن عفانؓ خلیفہ ثالث اور حضرت عمرؓ کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی شخصیت ہیں۔ آپ واقعہ فیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔ مال دار اور بنوامیہ کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ شروع سے ہی سلیم الطبع تھے۔ اسلام لانے سے پہلے بھی تمام برائیوں سے دور رہے۔ ۳۴ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ سب سے پہلے کاتب وحی تھے۔ چنانچہ جب باغیوں نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری تو فرمانے لگے کہ: ”یہ سب سے پہلا ہاتھ ہے جس نے قرآن کریم کی کتابت کی تھی۔“ آپ دنیا کے پہلے شخص ہیں جن کے عقد میں یکے بعد دیگرے کسی نبی کی دو بیٹیاں آئیں۔ اسی بنیاد پر حضرت عثمانؓ زمین و آسمان دونوں میں ذوالنورین (دو نور والے) کے لقب سے موسوم ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: ”(عثمانؓ کا کیا پوچھنا) وہ ایک ایسے شخص ہیں جو ملائے اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے جنت میں محل کی ضمانت دی ہے۔“ حیادار اتنے تھے کہ انسان تو انسان فرشتے بھی حضرت عثمان غنیؓ سے حیا کیا کرتے تھے۔ سخی اتنے کہ مسلمانوں کو جب بھی ضرورت پڑی دل کھول کر مال خرچ کیا۔ چاہے پانی کا مسئلہ ہو یا جنگی ساز وسامان کا، مسجد نبوی کی توسیع کا مسئلہ ہو یا مسلمانوں اور آپ ﷺ کی مدد کا، حضرت عثمانؓ ہمہ وقت پیش پیش رہے۔

حضرت عثمان بہت نرم طبیعت کے انسان تھے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد مسند خلافت کے لئے ان کا انتخاب ہوا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کے کام کو آگے بڑھایا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور اسلامی حکومت کی سرحدیں آرمینیا اور آذربائیجان سے ہوتی ہوئی کوہ قاف تک پھیل گئیں۔ بحری فتوحات کا آغاز بھی عہد عثمانی ہی میں ہوا اور آپ نے خطرات سے بے پرواہ ہو کر ایک عظیم الشان بحری بیڑا تیار کرایا اور قیصر روم کے پانچ سو جہازوں والے بیڑے کو شکست دینے کے ساتھ ساتھ جزیرۂ قبرص پر اسلامی جھنڈا لہرایا۔

حضرت عثمانؓ چونکہ نرم طبیعت کے مالک تھے اور لوگوں کے خلاف سختی آپ کے مزاج کے خلاف تھی اور دوسری طرف ساری توجہ اسلامی فتوحات کی طرف تھی۔ اس لئے سازشی عناصر کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔ لہذا ان کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا اور آپ کے خلاف غلیظ پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔

اس تحریک کا سرغنہ عبداللہ بن سباء یمن کا رہنے والا ایک یہودی تھا۔ جس نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ لیکن حقیقتاً وہ مسلمانوں اور اسلام کا دشمن تھا۔ اس نے اندرونی طور پر خفیہ تحریک چلائی اور شریعت اسلامی کے اصولوں اور عقائد کے سراسر منافی باتوں کی تشہیر کی اور مختلف علاقوں کا دورہ کر کے اسلام اور حضرت عثمانؓ کے خلاف باتیں پھیلائیں۔ یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے خلفائے راشدینؓ کو تنقید کا نشانہ بنایا اور اپنے مصنوعی زہد وتقویٰ کے جال میں سادہ لوح مسلمانوں کو دام فریب میں لے کر ان کے ذہنوں کو غلط عقائد سے زہر آلود کرنے لگا۔ اس نے

مختلف علاقوں میں اپنی تحریک کے لئے ایسے لوگوں کو چنا جو کسی بھی حوالے سے حضرت عثمانؓ یا اسلام کے خلاف تھے اور ان کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ مصر اس کی تحریک کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس کے علاوہ اس نے باقی چار صوبوں کے دارالخلافوں یعنی مدینہ طیبہ' کوفہ' بصرہ اور دمشق کا بھی دورہ کیا اور اپنی تحریک کی کامیابی کے لئے مختلف لوگوں کو استعمال کیا اور اپنے سازشی اور چالاک ذہن سے حضرت عثمانؓ کے خلاف غلط باتوں کی تشہیر کر کے عام مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ سے بددل کیا۔

مملکت اسلامیہ کے مختلف صوبوں میں سبائی اپنی تخریبی کارروائیاں تیز سے تیز تر کر رہے تھے اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور ان کے گورنروں کے خلاف نفرت انگیز پروپیگنڈے میں مصروف تھے۔ ان کی جماعت مملکت اسلامیہ میں بہت تیزی سے پھیل رہی تھی۔ لیکن ہر علاقے کے فسادیوں (سبائیوں) کا نقطہ نظر الگ الگ تھا۔ عبداللہ بن سباء نے اپنی چالاکی سے تمام جماعتوں کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے خلاف متحد و متفق کر دیا تھا۔

ان تمام حالات و واقعات اور فتنوں کی رپورٹ مدینہ طیبہ میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو مل رہی تھی اور جن الزامات کی بنیاد پر یہ تحریک فتنہ بنی ہوئی تھی ان کے مدلل جوابات بھی آپ کے پاس تھے۔ لیکن آپ اپنی بصیرت سے یہ بات دیکھ رہے تھے کہ اس آگ کو اب بجھانا بہت مشکل ہے۔ آپ نے اس فتنے اور بغاوت کو ختم کرنے کی آخری کوشش کی اور تمام گورنروں کی ایک مجلس منعقد کی۔ تاکہ اس فتنے کی سرکوبی کے لئے کچھ کیا جائے۔ یہ مجلس دو تین دن جاری رہی۔ لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ گورنر کوفہ حضرت سعید بن العاصؓ بھی چونکہ اس مجلس کے لئے مدینہ طیبہ آئے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے کوفے میں فسادیوں (سبائیوں) نے فیصلہ کیا کہ ہم گورنر کوفہ حضرت سعید بن العاصؓ کو واپس کوفہ نہیں آنے دیں گے اور اس مقصد کے لئے تلوار کے استعمال سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ حضرت سعید بن العاصؓ نے حالات کی نزاکت دیکھتے ہوئے امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ آپ میری جگہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو کوفے کا گورنر بنا دیں تو حضرت عثمانؓ نے ان کی اس بات کو مان کر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو کوفے کا گورنر بنا دیا۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کے گورنر کوفہ بننے کے بعد فسادیوں کے پاس فساد کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہی تو عبداللہ بن سباء کے مشورے سے تقریباً پانچ سو فسادی (سبائی) مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ طیبہ کے قریب ایک گاؤں جشہ میں آ کر ٹھہرے۔ مقصد یہ تھا کہ مدینے جا کر امیر المومنین حضرت عثمانؓ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیں اور اپنے ناجائز مطالبات منوائیں۔ حضرت عثمانؓ نے مفاہمت اور ان فسادیوں کو سمجھانے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کی طرف بھیجا۔ لیکن انہوں نے حضرت علیؓ کی بات نہیں مانی۔ پھر امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے تمام فسادیوں کو مسجد نبوی میں بلا کر تمام اہلیان مدینہ کے سامنے ان کے اعتراضات کے جوابات دیئے تو اہلیان مدینہ نے کہا کہ ان فسادیوں کو قتل کر دیں۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے اس بات کو نہیں مانا اور وہ تمام فسادی دوبارہ آنے کا کہہ کر (ڈر کر) واپس چلے گئے۔

عبداللہ بن سباء فسادیوں (سبائیوں) کے اس طرح واپس آنے سے بڑا مایوس ہوا اور اس نے ایک

منصوبہ بنایا کہ ہر صوبے کے فسادی (سبائی) مدینے کے نواح میں اکٹھے ہوں اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی معزولی کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ طے شدہ منصوبے کے مطابق ہر صوبے سے چار چار گروہ چار امراء کی سرکردگی میں نکلے اور ظاہر یہ کیا کہ ہم حج کے لئے جارہے ہیں۔ یہ تمام گروہ مدینے سے کچھ فاصلے پر رک گئے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ اہلیان مدینہ لڑنے کے لئے تیار ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم تو صرف امیر المومنین کی معزولی چاہتے ہیں۔ ہمیں صرف مدینے میں داخلے کی اجازت دے دی جائے۔ لیکن یہ لوگ اپنے مطالبے پر اڑے رہے۔ آخرکار حضرت علی کرم اللہ وجہہ چند صحابہ کرامؓ کو لے کر مفاہمت کے لئے آئے اور ان باغیوں کو بہت سمجھایا۔ لیکن یہ لوگ نہیں مانے۔ لیکن جب باغیوں پر دباؤ پڑا تو انہوں نے یقین دلایا کہ ہم واپس چلے جاتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ واپس نہیں گئے۔ صحابہ کرامؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو صحابہ کرامؓ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے قصر خلافت میں جمع ہوگئے۔ جبکہ کچھ باغی حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف چلے گئے اور کچھ نے مدینے کا محاصرہ کر لیا۔ آخرکار باغیوں نے حضرت عثمانؓ سے خلافت سے معزولی کا مطالبہ کیا۔ لیکن امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے اس سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: ”جب تک مجھ میں آخری سانس باقی ہے۔ میں اس قمیص (خلافت) کو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہے خود اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں اتاروں گا اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق اپنی زندگی کے آخری لمحے تک صبر سے کام لوں گا۔“

حضرت عثمانؓ کے انکار پر باغیوں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا جو کہ چالیس روز تک جاری رہا۔ اس عرصے میں اندر پانی تک پہنچنا جرم تھا۔ کبھی کبھی سامان رسد پڑوسی سے پہنچ جاتا تھا۔ باغیوں کی جرأت اتنی بڑھ گئی تھی کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ تک کی نہیں سنی گئی اور ان کی توہین کی گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمانؓ سے ملنے نہیں دیا گیا۔ بہت سارے صحابہ کرامؓ حج کے لئے تشریف لے جاچکے تھے۔ کبار صحابہ کرامؓ حضرت علیؓ و حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے اپنے صاحبزادوں کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے۔

حضرت عثمانؓ نے باغیوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ نہیں مانے۔ جاں نثاروں نے آکر کہا کہ آپ حکم دیں۔ ہم ان سے لڑتے ہیں۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کو لڑنے سے روک دیا اور فرمایا کہ: ”میں وہ پہلا خلیفہ بننا نہیں چاہتا جو کہ امت محمدیہ میں خون ریزی کرے۔“

امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یقین تھا کہ شہادت مقدر ہو چکی ہے۔

جس دن شہادت ہوئی جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ آپ روزے سے تھے۔ خواب میں حضرت عثمانؓ کو آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ: ”اے عثمانؓ! جلدی کرو۔ ہم افطار میں تمہارے منتظر ہیں۔“ پھر پاجامہ جس کو کبھی نہیں پہنا تھا منگوا کر پہنا اور اپنے بیس غلاموں کو آزاد کر کے تلاوت میں مصروف ہوگئے۔

باغیوں نے جب یہ دیکھا کہ سامنے کے دروازہ پر صحابہ کرامؓ کا پہرہ ہے تو وہ عقبی دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوگئے۔ پہرے داروں کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ دیوار پھاندنے والوں میں محمد بن ابی بکر پیش پیش تھا۔ اس کے ساتھ کنانہ بن بشر، سودان بن حمران اور عمرو بن الحمق تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ تلاوت میں

مصروف ہیں تو محمد بن ابی بکر نے آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کی داڑھی مبارک پکڑ کر جھٹکے دیئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ: ''اے بھتیجے! اگر تمہارے والد زندہ ہوتے تو ان کو یہ پسند نہ آتا۔'' یہ سننا تھا کہ محمد بن ابی بکر نادم ہو کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد کنانہ بن بشر نے حضرت عثمانؓ کی پیشانی پر اس زور سے لوہے کی لٹھ ماری کہ سیدنا عثمانؓ پہلو کے بل گر پڑے اور خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ آپ کی زبان سے: ''بسم اللہ توکلت'' کے الفاظ نکلے۔ اس کے بعد عمرو ابن الحمق نے آپ کے سینے پر چڑھ کر نیزے کے نو وار کئے۔ پھر سودان بن حمران نے آگے بڑھ کر داماد رسول ﷺ وامیر المومنین سیدنا حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ کی مظلومانہ شہادت ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو جمعۃ المبارک کے دن عصر کے وقت ہوئی۔ صحابہ کرامؓ میں صف ماتم بچھ گئی۔ بہت سے صحابہ کرامؓ ہوش وحواس کھو بیٹھے جس کی وجہ سے تجہیز وتکفین کے عمل میں تاخیر ہوئی اور سیدنا حضرت عثمان بن عفانؓ کو ہفتے کے روز مغرب اور عشاء کے درمیان جنت البقیع کے مشرق میں حش کوکب میں دفن کیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ سیدنا حضرت زبیرؓ نے پڑھائی۔

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان بن عفانؓ کی مظلومانہ شہادت سے امت محمدیہ کا نقصان ہوا اور فتنہ وفساد کا ایک دروازہ کھل گیا جو قیامت تک بند نہیں ہوسکے گا۔ لیکن جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا۔ ان کا انجام بھی اچھا نہیں ہوا اور تمام قاتلین عثمانؓ عبرتناک انداز میں مارے گئے۔

صفہ اکیڈمی میں طلباء سے خطاب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ایک تربیتی نشست صفہ اکیڈمی رسول پارک ملتان روڈ لاہور میں منعقد ہوئی۔ مرکز ختم نبوت کے خطیب مولانا محبوب الحسن طاہر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی ہر چیز مکمل ہے۔ آپ ﷺ ہر لحاظ سے اللہ کے آخری نبی ہیں۔ قصر نبوت میں نقب زنی کرنے والوں کو امت نے کسی بھی دور میں برداشت نہیں کیا۔ دنیا کے ہر فورم پر ان کا مقابلہ کیا اور ان کے کفریہ عقائد سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ قادیانیت کے تعاقب میں مجاہدین ختم نبوت کی کاوشیں ناقابل فراموش ہیں۔ اکابرین ختم نبوت کی جہد مسلسل سے قادیانیت کا کیس قومی اسمبلی میں پیش ہوا۔ تیرہ دن کی بحث کے بعد قادیانیوں کو پوری پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور ان کو مسلمانوں کی صفوں سے علیحدہ کر دیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالنعیم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تحفظ ختم نبوت کا کام شفاعت محمدی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ۷ ستمبر کا دن نہ صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان بلکہ عالم اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ پاکستان کی نیشنل اسمبلی نے آئین میں ترمیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بھی آپ ﷺ کا زندہ معجزہ ہے کہ اراکین پارلیمنٹ میں سے کسی ایک رکن نے اس ترمیم کی مخالفت نہیں کی۔ علماء کرام نے سٹوڈنٹس پر زور دیا کہ اپنے آپ کو تحفظ ختم نبوت اور قادیانیت کے تعاقب کے لیے وقف کریں۔ اس موقع پر مولانا عبدالشکور یوسف سمیت اکیڈمی کے ٹیچرز، ورکرز اور سٹوڈنٹس کثیر تعداد میں موجود تھے۔

عام مسلمانوں کے باہمی حقوق

مولانا خالد فیصل

امت اسلامیہ تمام اقوام وملل کے درمیان ایک منفرد اور ممتاز امت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خونی رشتہ کے علاوہ ایک ہمہ گیر دینی رشتہ ''اخوت اسلامی'' (دینی بھائی چارہ) عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رشتہ میں ہر مسلمان کو آپس میں ایک دوسرے سے اس طرح جوڑ دیا ہے کہ ہر مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ جانی دشمن بھی ایمان واسلام کے بعد دینی بھائی بن جاتے ہیں اور غلام بھی کلمہ طیبہ پڑھ کر دینی بھائی اور تعلق والے بن جاتے ہیں۔ حقیقت میں دینی رشتہ امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین احسان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرو۔ جب تم (آپس میں ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔ پھر تم سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے۔ (آل عمران:۱۰۳)

دین اسلام نے جس طرح خونی رشتہ کے حقوق کو قرآن وحدیث میں پوری تفصیل کے ساتھ، بہت ہی اچھے اور مؤثر انداز میں بیان کیا ہے، اسی طرح دینی رشتہ کی اہمیت کتاب وسنت میں نہایت ہی تاکید واہتمام کے ساتھ کھول کر بیان کی گئی ہے اور اس کے بہت سارے حقوق نہایت واضح انداز میں بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے بہت سی سورتوں (بقرہ، آل عمران، مائدہ، انفال، توبہ، فتح، مومنون، احزاب اور حشر) کی مختلف آیات بینات میں دینی رشتہ کے بہت سے حقوق کو بیان کیا ہے۔ لیکن سورۂ حجرات میں دینی رشتہ کے تحت مسلمانوں کے آپسی حقوق اور باہمی تعلقات کو بہت ہی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور دینی رشتہ کی حقیقت کو تاکید واہتمام کے ساتھ یوں آشکارا کیا گیا ہے کہ: ''مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' (حجرات:۱۰)

اور دوسری آیت کریمہ میں مسلمانوں کی آپسی وحدت اور یگانگت کو تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ: ''گویا کہ یہ (جانباز مسلمان) سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔'' (صف:۴) اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی اس دینی رشتہ کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔'' (بخاری، مسلم) اور دوسری حدیث میں ہے کہ: ''سب مسلمان ایک جسد واحد کی طرح ہیں۔ اگر اس کی آنکھ دکھے تو اس کا سارا جسم دکھ محسوس ہوتا ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو بھی سارا جسم تکلیف میں شریک ہوتا ہے۔'' (مسلم) اور ایک حدیث میں مسلمانوں کے آپسی اتحاد واتفاق کو ایک مضبوط عمارت (قلعہ) سے تشبیہ دے کر بیان کیا گیا ہے۔ ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایک (مضبوط) عمارت کے مثل ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے۔'' (بخاری، مسلم) ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے۔ اس کے ضرر کو اسی سے دفع کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی حفاظت ونگرانی کرتا ہے۔'' (ابوداؤد)

اس دینی رشتہ کی بنیاد اسلامی اخوت (بھائی چارہ) پر ہے، یہ دینی رشتہ عالمگیر و ہمہ گیر رشتہ ہے۔ اسی رشتہ کی رو سے سارے مسلمان ایک دوسرے کے بھائی اور دست و بازو، معاون و ہمدرد، مونس وغمگسار اور خیرخواہ اور دوسرے مسلمان کا پورا پورا پاس ولحاظ کرنے والے اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے والے ہیں۔ لیکن انسانی کمزوری کے سبب کبھی ان کے درمیان لڑائی جھگڑا ہو جائے تو تمام چیزوں کو بھول کر آپس میں صلح صفائی کرنے والے ہیں۔ یہ حقوق اور اس قسم کے سارے دیگر حقوق تمام مسلمانوں پر عائد ہوتے ہیں۔ ان حقوق کی تفصیل کتاب وسنت میں موجود ہے۔ ان میں سے چند قابل ذکر حقوق درج ذیل ہیں: مسلمانوں کے باہمی حقوق میں سب سے اہم ترین حق یہ ہے کہ سارے مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی عزت واکرام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بنوآدم (انسان) کی عزت وتکریم کا اعلان قرآن مجید میں نہایت تاکید وصراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ: ’’یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی ہے۔‘‘ (اسراء:۷۰)

اس اعلان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے طور پر معزز ومحترم ہے۔ کسی کو ذرہ برابر دوسرے پر کوئی برتری نہیں ہے۔ خاندان ونسل، قوم ووطن اور رنگ وزبان صرف اور صرف تعارف (جان پہچان) کے لئے ہیں۔ ان میں فضیلت کی کوئی بات نہیں ہے۔ البتہ اسلام میں وجہ امتیاز تقویٰ (اخلاقی فضیلت) ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ: ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے درمیان سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔‘‘ (حجرات:۱۳)

اسی طرح آپ ﷺ نے بھی مختلف احادیث میں نہایت واضح انداز میں فرمایا کہ: ’’لوگو! کان کھول کر سن لو کہ تم سب کا رب ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔‘‘ (بیہقی)

اکرام مسلم کا شدید تقاضا ہے کہ سارے مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے جان، مال اور عزت کی حفاظت کریں اور ان کو قابل عزت سمجھیں۔ کیونکہ کتاب وسنت کی تعلیمات یہ ہیں کہ قتل وخون، لوٹ وکھسوٹ اور تہمت والزام بہت ہی برے جرائم ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان جرائم کی قباحت مختلف سورتوں خاص طور سے (سورۂ مائدہ:۳۲، سورۂ نساء:۱۶۱ اور سورہ احزاب:۵۵) میں بہت تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے اور احادیث مبارکہ میں ہر مسلم کے خون، مال اور آبرو کی حرمت کو بڑے ہی مؤثر اور بلیغ انداز میں واضح کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں سوال کر کے آپ ﷺ نے ذہن کو تیار کیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ: ’’تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزتیں اس دن (یوم النحر)، اس شہر (مکہ مکرمہ) اور اس مہینہ (ذی الحجہ) ہی کی طرح ہمیشہ قابل احترام ہیں۔‘‘ (بخاری)

اسلام کی واضح تعلیمات سے یہ حقیقت ظاہر ہے کہ: ’’اکرام مسلم‘‘ کس قدر اہم اور کتنا زیادہ قابل لحاظ ہے۔ مسلمانوں کا دوسرا باہمی حق ’’نصیحت وخیرخواہی ہے۔‘‘ باہمی حقوق وتعلقات میں یہ حق بڑی اہمیت والا ہے۔ آپ ﷺ کو اس حق کا اتنا زیادہ اہتمام تھا کہ آپ ﷺ نے مختلف احادیث میں اس کی تعلیم وہدایت فرمائی ہے۔ نیز ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز اور زکوۃ جیسے بنیادی ارکان اسلام کے ساتھ ہی ایک دوسرے کی خیرخواہی کی بھی بیعت

لی ہے۔ چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ: ’’میں نے آپ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ نصیحت وخیر خواہی کا جذبہ رکھنے پر بیعت کی تھی۔‘‘ (بخاری، مسلم) نیز ایک حدیث میں آپ ﷺ نے نصیحت وخیر وخواہی کو ایمان کامل کے لئے لازم اور ضروری قرار دیا ہے کہ: ’’اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کوئی بندہ سچا مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔‘‘ (بخاری، مسلم)

مسلمانوں کا تیسرا باہمی حق یہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی مالی، جسمانی اور زبانی مدد ونصرت کرے۔ یہ حق بھی آپسی تعلقات کے بقاء واستحکام کے لئے بہت مفید اور کارگر ہے اور آخرت میں کامیابی کا باعث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلم بھائی کی آبرو پر ہونے والے حملہ کا دفاع کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سے اس کو بچائے۔ پھر آپ ﷺ نے (بطور سند وحوالہ کے) یہ آیت تلاوت فرمائی: ’’وکان حقاً علینا نصر المؤمنین اور ایمان والوں کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔‘‘ (شرح السنۃ) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: ’’جس کے سامنے اس کے کسی مسلم بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی نصرت وحمایت کرسکتا ہو تو وہ غیبت کرنے والے کو اس سے روکے تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی مدد فرمائیں گے۔‘‘ (شرح السنۃ)

مدد ونصرت بہت ہی قابل قدر حق ہے۔ لیکن اسلام نے ممکنہ عصبیتوں کی وجہ سے کی جانے والی جائز وناجائز مدد ونصرت پر بندش لگائی ہے اور مسلمانوں کو واضح ہدایت دی ہے کہ: ’’نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو۔‘‘ (مائدہ:۲)

اسی طرح گناہ اور ظلم وزیادتی سے روکنا بھی باہمی نصرت وحمایت ہے۔ کیونکہ خطا کار کو غلط روش سے اور ظالم کو ظلم سے باز رکھنا دنیا وآخرت کے نقصان سے ان دونوں کو بچاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ ظالم ہو یا مظلوم، ایک شخص نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ! میں مظلوم کی مدد کرسکتا ہوں۔ لیکن ظالم کی مدد کیسے کرسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ظالم کو ظلم نہ کرنے دو۔ ظلم سے روک دو، بیشک یہ (ظالم کے ساتھ) مدد ہے۔‘‘ (بخاری) اسی طرح آپ ﷺ نے باہم ایک دوسرے کے ساتھ مالی تعاون کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ’’جو کسی تنگدست مسلمان پر آسانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائیں گے۔‘‘ (ابوداؤد) اور باہم ایک دوسرے کی حاجت برداری کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بھائی کی ضرورت پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری فرمائیں گے۔ (بخاری)

ان مذکورہ بالا حقوق کے علاوہ کچھ اور بھی چھوٹے بڑے باہمی حقوق ہیں جن کی ادائیگی سے مسلمانوں کا آپسی تعلق اور میل ملاپ پروان چڑھتا ہے اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتا ہے۔ اس لئے ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے اس عطاء کردہ دینی رشتہ کی پوری قدر کریں۔ چنانچہ قرآن مجید میں دینی رشتہ کے حقوق ادا کرنے پر

’’رحمت الٰہی‘‘ کا مژدہ سنایا گیا ہے۔(حجرات:۱۰)

اسی طرح مختلف احادیث مبارکہ میں ان حقوق کی ادائیگی کو دنیا میں ’’نصرت الٰہی‘‘ کے حصول کا اہم ذریعہ بتایا گیا ہے اور آخرت میں دخول جنت اور جہنم سے نجات کا بڑا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔(ابوداؤد)

نیز دینی رشتہ کے حقوق نہ ادا کرنے پر کتاب وسنت میں سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ کسی مؤمن کو (بیجا) کافر کہنے کی ممانعت قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسی طرح ایک حدیث شریف میں مسلمانوں کے مسائل سے بے فکری اور بے توجہی کو کمال ایمان سے محرومی کا سبب بتایا گیا ہے کہ: ’’جس مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے مسائل ومعاملات کی فکر نہ ہو۔ وہ کامل مسلمان نہیں ہے۔‘‘(طبرانی)

ایک دوسری حدیث میں قدرت کے باوجود مسلمان کی نصرت وحمایت نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت گرفت اور وعید سنائی گئی ہے۔ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ’’جس مسلمان کے سامنے کسی دوسرے مسلمان بھائی کی غیبت وبرائی کی جائے اور سننے والے مسلمان کے اندر غیبت وبرائی سے روکنے اور دفاع کی صلاحت وقدرت ہونے کے باوجود اس کی نصرت وحمایت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی اس کوتاہی پر سخت پکڑ کریں گے۔‘‘(شرح السنۃ)

اگر ہم اپنے ان حقوق کو، جو بیان کئے گئے ہیں۔ اپنا لیں تو کیا ہمارے ماحول گھر، خاندان اور باہمی رشتوں میں وہ برائیاں پائی جاسکتی ہیں۔ جس کے سبب نہ صرف یہ کہ ہم خود تکلیف اور گھٹن میں پڑتے ہیں۔ بلکہ دین اسلام کی بدنامی اور دوسروں کو دین سے قریب نہ آنے کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو دینی رشتہ کے حقوق وواجبات کو ادا کرنے کی توفیق دے۔ ہمارے اندر باہمی اخوت، محبت، رحمت اور میل ملاپ پیدا کر دے اور ہمارے دلوں سے بغض وعناد، حسد وکینہ اور نفرت وکدورت نکال دے۔ آمین!

ورکر کنونشن ہیتھرو

برطانیہ: سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں شرکت کی غرض سے پہنچنے پر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ورئیس جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، مولانا مفتی خالد محمود نائب مدیر اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ، اقرأ قرآن اکیڈمی کے چیئرمین قاری محمد ایوب ودیگر علماء کرام پر مشتمل وفد کا ہیتھرو ایئرپورٹ پر شاندار استقبال کیا گیا۔ استقبال کے لئے آنے والے علماء کرام وکارکنان سے خطاب کرتے ہوئے مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ نے کہا کہ آنحضرتﷺ قیامت تک کے لئے نبی و رسول ہیں۔ اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے اور امت محمدیہ آخری امت۔ منکرین ختم نبوت اسلام کا ٹائٹل استعمال کرکے دنیا کو گمراہ کررہے ہیں۔ انہوں نے برطانیہ کے تمام شہروں کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ ۷؍ستمبر ۲۰۱۴ء بروز اتوار کو سینٹرل مسجد برمنگھم میں منعقد ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں بھرپور شرکت کرکے آنحضرتﷺ سے اپنی محبت وعقیدت کا ثبوت دیں۔

سات ہلاک کرنے والی چیزیں

حمیرا یاسمین

’’بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اجتنبوا السبع الموبقات ۔ قالو اماھن یارسول اللہ؟ قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس الی حرم اللہ الا بالحق واکل الربا واکل مال الیتیم والتولی من الزحف وقذف المحصنات المومنات الغافلات (متفق علیہ)‘‘

ترجمہ:...... ’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ چیزیں کیا ہیں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

۱...... ’’الشرک باللہ ۔ ‘‘یعنی: ’’اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔‘‘ شرک کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں اس کو ظلم عظیم کہا گیا اور کہا گیا کہ اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔

۲...... ’’السحر ۔ ‘‘یعنی: ’’جادو۔‘‘ جادو کرنا‘ جادو کراتا اور جادو میں تعاون کرنا سب حرام۔

۳...... ’’قتل النفس التی حرم اللہ الا باطق ۔ ‘‘یعنی: ’’جس انسان کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے ناحق قتل کرنا۔‘‘ قصاص یا حدود کے علاوہ کسی کو قتل کرنا حرام ہے۔ قتل عمد کی سزا جہنم اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔

۴...... ’’اکل الربا ۔ ‘‘یعنی: ’’سود کھانا۔‘‘ سودی کاروبار اور اس کے تمام متعلقات حرام ہیں اور سودی کمائی کا کسی طرح کا استعمال بھی حرام ہے۔

۵...... ’’اکل مال الیتیم ۔ ‘‘یعنی: ’’یتیم کا مال کھانا۔‘‘ یتیم کے مال کی نگہداشت اور حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور اس مال کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی رو سے یتیم کا مال کھانا گویا اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے بھرنا ہے۔

۶...... ’’التولی من الزحف ۔ ‘‘یعنی: ’’میدان جہاد سے پیٹھ پھیرنا۔‘‘ موت کے ڈر سے میدان جہاد سے پیٹھ پھیرنا اور جہاد سے منہ موڑنا حرام ہے۔

۷...... ’’قذف المحصنات المومنات الغافلات ۔ ‘‘یعنی: ’’پاک دامن‘ مومنہ‘ نادان عورتوں پر تہمت لگانا بھی کبائر میں سے ہے اور حرام ہے۔

تشریح: مندرجہ بالا سب کبیرہ گناہ ہیں جن سے اجتناب ہر مسلمان پر واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ صغیرہ گناہ تو اللہ تعالیٰ کسی طرح خود اپنی رحمت سے ہی معاف فرمادیتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی یہ مضمون موجود ہے کہ:

”ان الحسنات یذھبن السیات ۔“یعنی:”نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔“
اللہ تعالیٰ نیک اعمال کو گناہوں کے دور کرنے کا ذریعہ قرار فرمادیتے ہیں۔لیکن کبیرہ گناہ اس وقت تک معاف نہیں کئے جاتے جب تک مسلمان ان پر شرمندہ ہوکر سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ نہ کرلے اور توبہ بھی ایسی کہ آئندہ اس گناہ سے بچے رہنے کا عزم بلکہ اللہ پاک سے اس کا عہد کرے اور اس کی توفیق کا سوال کرے۔
اس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے جن سات چیزوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں انسان کے لئے انتہائی مہلک قرار دیا ہے بدقسمتی سے اس دور میں بہت سے مسلمان ان میں مبتلا ہیں اور دانستہ یا نادانستہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہورہے ہیں۔ہمیں اس حدیث کے مضمون پر اچھی طرح غور کرکے خود بھی ان کبائر سے بچنا چاہئے اور دوسرے مسلمان بہن بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔یہی اپنے لئے، اپنے عزیز واقارب اور احباب کے لئے ہمدردی اور خیرخواہی کا راستہ ہے اور اسی میں ہم سب کی نجات اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔اللہ پاک ہم سب کو کبیرہ گناہوں سے بچنے کی اور سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔آمین!

ورکر کنونشن بولٹن

برطانیہ: اسلام دین فطرت ہے۔اسلامی تعلیمات میں ہی انسانیت کی فوز وفلاح ہے۔مغربی معاشرہ نے فطرت سے بغاوت کی ہے۔اس کا نتیجہ ہے کہ اہل مغرب تمام مادی سہولتوں اور آسائشوں کے باوجود سکون واطمینان کی دولت سے محروم ہیں۔ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نے دارالعلوم زکریا بولٹن مولانا عبدالرشید ربانی کے زیر سرپرستی منعقدہ سیرت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ اسلام امن وسلامتی کا داعی ہے۔انسانوں پر ظلم وستم اور دہشت گردی سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔مغربی میڈیا نے بے بنیاد الزامات اور پروپیگنڈا کے ذریعہ اسلام اور اہل اسلام کی جو تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہے، حقیقت اس کے برعکس ہے۔انہوں نے کہا کہ اسلام تو حالت جنگ میں بھی ضعیفوں،عورتوں اور بچوں پر ہاتھ اٹھانے کی ممانعت کرتا ہے۔اسلام عفو ودرگزر اور صلہ رحمی کا درس دیتا ہے۔مولانا اللہ وسایا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رشد وہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا۔پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی آنحضرت ﷺ ہیں۔آپ ﷺ کے بعد جو نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے وہ قرآن واحادیث اور صحابہ کرامؓ،تابعینؒ اور علمائے امت کی تصریحات کی روشنی میں کافر وملحد ہے۔انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کرکے مسلمانوں سے اپنی راہیں جدا کرلی ہیں۔اب منکرین ختم نبوت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔انہوں نے سامعین پر زور دیا کہ وہ برمنگھم ختم نبوت کانفرنس کو کامیاب بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔مولانا مفتی خالد محمود نے کہا کہ دیار غیر میں تمام مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھنا چاہئے۔بے دینی کے اس ماحول میں مسلمان کو اپنی وضع وقطع،لباس،نشست وبرخاست،بود وباش،اخلاق وعادات اور عبادات میں امتیازی شان کا حامل ہونا چاہئے۔انہوں نے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ اور انہیں اپنے اسلاف کے سنہری کارناموں سے آگاہ کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔آخر میں انہوں نے تمام شرکاء کو ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں شرکت کرنے کی دعوت دی۔اس موقع پر مفتی محمد طارق،مولانا خلیل احمد،حافظ محمد ایوب،نعمان مصطفی،حافظ محمد انور،حافظ محمد اظہر،سفیان انور ودیگر حضرات نے بھی شرکت وخطاب کیا۔

اہمیت علم ومعرفت

مراسلہ: مولانا محمد انس

حق تعالیٰ کی بڑی حکمت ہے کہ کسی کو عقل دی کسی کو مال۔ جن لوگوں کو عقل کی قدر نہیں وہ اس تقسیم سے راضی نہیں اور جن کو اس کی قدر ہے وہ دل وجان سے اس تقسیم پر راضی ہیں۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے جس کو اس لئے بیان کرتا ہوں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ بعض لوگوں کو اپنے علم ومعرفت اور عقل کی اس لئے قدر نہیں ہوتی کہ نعمت مفت میں حاصل ہے۔ اگر یہ نعمت سلب کر لی جائے تو قدر وعافیت معلوم ہو جائے۔ اسی لئے مشہور ہے، قدر عافیت بعد زوال۔ ایک بزرگ تھے بڑے عارف، بڑے کامل، مگر تنگدست، فقر وفاقہ بہت تھا۔

نام شیخ عبدالقدوس تھا۔ انہوں نے جو قمیص پہن رکھی تھی۔ وہ ان کے شیخ کا عطیہ تھا۔ چالیس سال تک ان کے بدن پر رہی۔ چالیس سال تک دوسری قمیص نہیں پہنی۔ کیونکہ میسر نہ تھا۔ بس اسی کو دھو کر پہن لیا۔ کہیں سے پھٹ گیا تو پیوند لگا لیا۔ آج اس میں نہ معلوم کتنے پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ایک بزرگ نے شیخ پر تعریض کی تھی کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنا زہد ظاہر کرنے کے لئے ایک ہی کپڑا برسوں پہنے رہتے ہیں اور پیوند پر پیوند لگاتے رہتے ہیں۔ اس پر شیخ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! مجھے دوسرا کپڑا میسر نہیں آیا۔ اس لئے اس کو نہیں بدلا۔

شاید آپ لوگوں کو تعجب ہوا ہوگا کہ اس زمانہ کے مرید کیسے تھے جنہوں نے اپنے پیر کی خدمت نہ کی کہ ایک قمیص کے سوا ان کو دوسری قمیص میسر نہیں آئی۔ مگر بات یہ ہے کہ اس زمانے کے پیر آج کل کے پیروں جیسے نہ تھے۔ حضرت شیخ سے سلطان ابراہیم لودھی اور ان کی ہمشیرہ بیعت تھیں۔ مگر شرط یہ کر لی تھی کہ بادشاہ کبھی ہدیہ نہ دے اور کبھی میری زیارت کو نہ آئے۔ کبھی میں خود دہلی آجاؤں تو ملاقات کا مضائقہ نہیں۔ شیخ تارک الدنیا تھے۔ متروک الدنیا نہ تھے۔ دنیا ان کے قدموں کو لپٹتی تھی اور وہ اس کو دھکے دیتے تھے۔

ان جیسے بزرگ ماضی قریب میں بھی گزرے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بیگم بھوپال نے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے اس شرط سے درخواست منظور کی تھی کہ کبھی ہدیہ نہ دیں اور کبھی گنگوہ نہ آئیں۔ طالب دنیا پیر تو بڑا خوش ہوتا ہے کہ سونے کی چڑیا پھنسی۔ مگر یہ حضرات دنیا پر لات مارتے تھے۔ غرض وہ بزرگ عارف تھے۔ مگر فقر وفاقہ سے تنگ تھے۔ اسی حالت میں ایک دن آپ کا گذر ایک شہر پر ہوا جس کا دروازہ شہر پناہ دن دہاڑے بند تھا اور پہرہ لگا ہوا تھا۔ آپ نے اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ کا باز اڑ گیا ہے۔ اس لئے حکم دیا ہے کہ شہر پناہ کے سب دروازے بند کر دیئے جائیں تاکہ نکل نہ جائے۔ یہ بزرگ بہت ہنسے کہ عجب بے وقوف بادشاہ ہے۔ بھلا باز کو دروازے سے نکلنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر آپ نے ناز میں آکر اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ اچھے بے وقوف کو بادشاہی ہی دی اور ایک ہم ہیں کہ باوجود علم ومعرفت کے جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

وہاں سے بطور جواب کے الہام ہوا کہ بہت اچھا کیا تبدیلی پر راضی ہو کہ اس بادشاہ کو تمہارا فقر مع علم ومعرفت کے دے دیا جائے اور تم کو اس کی بادشاہی مع حماقت وغفلت کے دے دی جائے؟ یہ سن کر کانپ گئے اور فوراً سجدہ میں گر پڑے کہ میں اس پر ہرگز راضی نہیں۔ میں اپنی دولت معرفت کو سلطنت ہفت اقلیم کے عوض بھی دینا نہیں چاہتا۔ ارشاد ہوا کہ پھر اس غریب کی ذرا سی برائے نام نعمت پر آپ کو کیوں رشک آیا:

علم ومعرفت کی عظمت کو شاعر نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

مگر یہاں اس کی قیمت اس لئے ظاہر نہیں ہوتی کہ یہاں اس کا بازار نہیں ہے۔ ہر چیز کا الگ بازار ہے۔ اناج کی منڈی میں اناج کی قیمت ملتی ہے اور صراف خانہ میں چاندی سونے کی اور جوہری بازار میں ہیرے جواہرات کی۔ اگر کوئی اناج کی منڈی میں ہیرے جواہرات لے کر جائے تو اسے ایک سیر اناج بھی نہ ملے۔ بلکہ اس کو جوہری بازار میں جانا چاہئے۔

اس سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہوں کہ دہلی میں ایک لڑکا ایک شاعر سے شعر گوئی سیکھتا تھا۔ کبھی کبھی استاد اس کو اپنی کوئی غزل یا قصیدہ لکھواتا اور یہ کہہ دیتا کہ اس غزل کا فلاں شعر ایک ہزار روپے کا ہے۔ اس قصیدے کا مطلع ایک لاکھ روپے کا ہے۔ شاگرد بڑا خوش ہوتا اور شوق سے استاد کے اشعار لکھتا رہتا۔ ایک دن اس کی ماں نے کہا کہ اتنا بڑا ہوگیا۔ کیا کرتا ہے۔ نہ کچھ کماتا ہے نہ کام کرتا ہے۔ لڑکے نے کہا اماں جان! تم بے فکر رہو۔ میرے پاس بڑا خزانہ جمع ہوگیا ہے۔ استاد نے مجھے ایسے ایسے اشعار لکھوائے ہیں جن میں کوئی ایک ہزار روپے کا ہے کوئی لاکھ روپے کا ہے۔ ماں نے کہا کہ اچھا ہم کو ہزار لاکھ کی تو ضرورت نہیں۔ آج سالن پکانے کے لئے ترکاری کی ضرورت ہے۔ دو پیسے کے آلو لادے۔ لڑکے نے کہا کہ یہ کون سی بڑی بات ہے۔ ابھی لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بازار گیا اور کنجڑے سے دو پیسے کے آلو مانگے۔ اس نے پیسے مانگے۔ لڑکے نے کہا کہ پیسے تو نہیں ہیں۔ ہم تم کو سو روپے کا ایک شعر دیتے ہیں۔ کنجڑا ہنسنے لگا اور کہا جاؤ۔ شعر تو شاعروں کو سناؤ۔ ہمارے پاس تو پیسہ لاؤ گے تو آلو ملیں گے۔ لڑکا بہت مایوس ہوا اور غصہ میں بھرا ہوا استاد کے پاس پہنچا کہ لیجئے اپنا بیاض۔ مجھے آپ کی شاگردی کی ضرورت نہیں۔ آپ نے مجھے بہت دھوکا دیا کہ یہ شعر ہزار کا ہے، دو ہزار کا ہے، لاکھ روپے کا ہے۔ بازار میں تو کوئی اس کو دو پیسہ میں بھی قبول نہیں کرتا۔ استاد ہنسا اور کہنے لگا۔ صاحبزادے! تم کون سے بازار میں گئے تھے؟ کہا ترکاری کی منڈی میں۔ استاد نے کہا، یہی تو تمہاری غلطی ہے۔ وہ بازار اس کی قیمت دینے والا نہیں۔ اس کا بازار دوسرا ہے۔ اچھا آج بادشاہ کے ہاں مشاعرہ ہے۔ بڑے بڑے شعراء قصائد لکھ کر لے جائیں گے۔ تم ہمارا فلاں قصیدہ لے کر جاؤ اور کہہ دو کہ میں نے یہ قصیدہ بنایا ہے۔ پھر دیکھو اس کی قیمت کیا ملتی ہے۔

چنانچہ لڑکا استاد کے کہنے سے دربار شاہی میں پہنچا۔ بڑے بڑے شعراء کے مجمع میں ایک نوعمر بچے کو دیکھ کر بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہ بچہ کس لئے آیا ہے۔ لڑکے نے عرض کیا کہ حضور میں ایک قصیدہ لکھ کر لایا ہوں۔ جس کو بارگاہ عالی میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے اجازت دی کہ بہت اچھا، پہلے تم ہی اپنا قصیدہ سناؤ۔ اس نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا تو اس کی فصاحت وبلاغت سے بادشاہ اور تمام درباری دنگ رہ گئے کہ یہ عمر اور یہ کلام۔ جب ہر شعر پر خوب داد مل چکی تو بادشاہ نے دس ہزار روپیہ نقد اور بیش قیمت جوڑا اور ایک قیمتی گھوڑا مع سازوسامان کے انعام دیا۔ اب اس کی آنکھیں کھلیں کہ واقعی استاد سچا تھا۔ میری نادانی تھی کہ ان جواہرات کو ترکاری کے بازار میں لے گیا۔ دیہاتی گنوار ان کی قدر کیا جانیں۔

یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو اپنی باطنی دولت اور علم ومعرفت کی قیمت دنیا کے بازار میں ڈھونڈتے ہیں اور جب اہل دنیا کے بازار میں ان کے کمال کی قدر نہیں ہوتی تو دل گیر ورنجیدہ ہونے لگتے ہیں۔ ذرا ٹھہرو! ایک دوسرا بازار آنے والا ہے۔ وہاں تمہارے اس جوہر کی قیمت ملے گی اور بخدا تمام سلاطین اس وقت تمہاری غلامی کے بھی لائق نہ ہوں گے۔ ”الا من أمن وعمل صالحاً منهم“

پس حق تعالیٰ کی یہ تقسیم عین حکمت ہے کہ اہل عقل کو مال کم دیا اور کم عقلوں کو مالدار بنادیا۔ کیونکہ کم عقل جب اتنی بڑی دولت سے محروم ہیں تو کیا وہ چند روز دنیا میں بھی بہار نہ دیکھ لیں۔ پس قارون کے خیال کی غلطی آپ کو معلوم ہوگئی کہ اس نے مال ودولت کو اپنی سعی سے پیدا کیا ہوا سمجھا۔ حالانکہ یہ نہ سعی پر ہے نہ علم وسلیقہ پر۔ بلکہ خدا کی عطاء پر ہے اور نقد میں تو کسب کے سبب کچھ دھوکا بھی ہوتا ہے۔ زمین کی پیداوار کو تو عام طور پر کوئی بھی اپنا پیدا کیا ہوا نہیں سمجھتا۔ اس کے اسباب تو ظاہراً بھی غیراختیاری ہیں۔

متاعِ ایمان کے بدلے

فتنہ مرزائیت اپنے ظہور سے ناسور بننے تک اپنے دامن میں ملت سے غداری، بے پناہ عیاری اور اخلاقی بدکاری کی سیاہ تاریخ رکھتا ہے۔ انہی سیاہ شرمناک کارناموں میں سے ماہ رمضان المبارک کے آخری ایام میں گوجرانوالہ کے ایک ناعاقبت اندیش عاقب نامی قادیانی کی وہ حیا سوز حرکت ہے جس میں اس بدبخت نے یورپ کی نیشنیلٹی کی خاطر بیت اللہ شریف کی توہین کی ہے اور نیٹ پر ایک عورت کی برہنہ تصویر شیئر کی جس میں وہ کعبۃ اللہ کو بطور کموڈ استعمال کرتی دکھائی گئی تھی۔ عاقب قادیانی کی اس کفریہ حرکت پر اہل ایمان کی رگ غیرت کا پھڑکنا ایک فطری بات تھی۔ صدام حسین نامی مسلم نوجوان جس کو یہ تصویر شیئر کی گئی تھی اس نے آ کر اس سے باز پرس کی تو عاقب غنڈہ گردی پر اتر آیا اور نوبت ہاتھاپائی تک پہنچ گئی۔ مرزائیوں نے یورپ جانے کی راہ ہموار کرنے کے لئے معاملے کو خوب بگاڑا اور مسلمانوں پر فائرنگ کردی۔ بس یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور ہر شخص کو بیدار کردیا۔ ”سوائے پولیس اور انتظامیہ کے“ گھر جلائے گئے، اموات واقع ہوئیں، مگر مقامی تھانیدار اور سرکاری فرشتے خواب خرگوش سوتے رہے۔

قربانی کی فضیلت

مولانا مفتی محمد راشد

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے دن بندوں کے تمام اعمال میں پسندیدہ ترین عمل جانور کا خون بہانا ہے اور بندہ قیامت کے دن اپنی قربانی کے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت حاضر ہوگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبول حاصل کر لیتا ہے۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ خوش دلی سے قربانی کرو۔‘‘ (ترمذی، ابن ماجہ)

قربانی نہ کرنے پر وعید

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص استطاعت رکھنے (صاحب نصاب ہونے) کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔‘‘ (مسند احمد، ابن ماجہ)

شرائط وجوب قربانی

قربانی چھ شرطوں سے واجب ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... مسلمان ہونا، غیر مسلم پر قربانی نہیں۔

۲...... مقیم ہونا، مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

۳...... آزاد ہونا، غلام پر قربانی واجب نہیں۔

۴...... بالغ ہونا نابالغ پر قربانی واجب نہیں۔

۵...... عاقل ہونا، مجنون پر قربانی واجب نہیں۔ ہاں! اگر قربانی کے ایام میں مجنون کو افاقہ ہو تو قربانی واجب ہے۔

۶...... تونگری یعنی صاحب نصاب ہونا، مسکین پر قربانی نہیں۔

فقیر قربانی کے بعد مالدار ہوگیا

اگر کسی فقیر نے قربانی کر دی پھر آخر وقت میں مالدار ہوگیا۔ یعنی بقدر نصاب مال اسے حاصل ہوگیا تو راجح قول کے مطابق اس پر نئے سرے سے قربانی کرنا واجب نہیں۔

گھر کے سربراہ کی قربانی سب کی طرف سے کافی نہیں

عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ گھر کا سربراہ قربانی کر لے تو اسے سب افراد خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ سربراہ کے علاوہ گھر کا کوئی اور فرد یا افراد نصاب کے مالک ہوں تو ان پر الگ سے قربانی واجب ہے۔ اس صورت میں گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کو کافی سمجھنا ایسا ہے۔ جیسے سربراہ کی نماز کو سب افراد خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جائے۔ ہاں! اگر اولاد اپنی سب کمائی والد کو دے دیتی ہے اور اولاد کی ملکیت میں اور کوئی مال زکوٰۃ اور

ضرورت سے زیادہ سامان بقدر نصاب بھی نہیں تو زکوٰۃ اور قربانی صرف والد ہی پر فرض ہے، اولاد پر نہیں۔

قربانی کے لئے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں

وجوب قربانی کے لئے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ بلکہ قربانی کے دنوں میں بقدر نصاب مال کا مالک ہونا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ ۱۲ ذی الحجہ کی شام میں غروب آفتاب سے ذرا پہلے کہیں سے بقدر نصاب مال آ گیا۔ مثلاً ہدیہ میں مل گیا تو قربانی واجب ہوگئی۔ اگر غروب سے پہلے وقت کم ہونے کی وجہ سے قربانی کرنا ممکن نہ ہو یا کسی نے غفلت کی اور آفتاب غروب ہوگیا تو ایک بھیڑ یا بکری یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

شہر اور دیہات میں فرق

شہر والوں کے لئے قربانی کا وقت ۱۰ ذی الحجہ کو نماز عید کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور دیہات والوں کے لئے صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔ اختتام میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کے لئے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک وقت رہتا ہے۔ چنانچہ دیہات والے صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے بھی قربانی کر سکتے ہیں اور شہر والے نماز عید کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ شہر میں کسی بھی جگہ عید کی نماز نہیں ہوئی تھی کہ کسی شہری نے قربانی کر دی تو اس کی قربانی نہیں ہوئی وہ دوبارہ قربانی کرے۔

مستحب وقت

دیہات والوں کے لئے مستحب وقت یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد قربانی کریں اور شہر والوں کے لئے مستحب وقت یہ ہے کہ خطبہ عید کے بعد قربانی کریں۔ پہلا دن قربانی کے لئے سب سے افضل ہے۔ پھر دوسرے دن کا درجہ ہے۔ پھر تیسرے دن کا۔

کسی ایک جگہ نماز عید کا ہو جانا اضحیہ کے لئے کافی ہے

اگر شہر میں متعدد جگہ نماز عید ہوتی ہے تو قربانی کی صحت کے لئے ایک جگہ نماز ہو جانا کافی ہے۔ ہر قربانی کرنے والے کا نماز عید پڑھ کر قربانی کرنا ضروری نہیں۔ شہر میں سب سے پہلی نماز کے بعد کسی نے خود نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کر دی تو جائز ہے۔

وقت میں فرق کس لحاظ سے

شہر اور دیہات کے درمیان جو وقت قربانی کا فرق بیان کیا گیا۔ یہ فرق قربانی کے لحاظ سے ہے نہ کہ قربانی کرنے والے کے اعتبار سے۔ لہٰذا اگر شہری نے اپنا جانور دیہات میں بھیج دیا تو نماز عید سے پہلے بھی اسے ذبح کیا جا سکتا ہے اور اگر دیہاتی نے اپنا جانور شہر میں بھیج دیا تو اسے نماز عید سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں۔

رات میں قربانی کرنا

دسویں اور تیرھویں رات کو قربانی کرنا جائز نہیں۔ گیارھویں اور بارھویں رات کو جائز ہے۔ مگر رات میں

رگیں نہ کٹنے یا ہاتھ کٹنے یا اضحیہ کے آرام میں خلل کے اندیشہ سے ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

قربانی کے لئے ثواب کی نیت ضروری ہے

سب شرکاء کا بانیت ثواب قربانی کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی ایک شریک کی نیت قربانی کی نہ ہو۔ بلکہ محض گوشت کھانے کی نیت ہو تو کسی شریک کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔

حرام آمدوالوں کو شریک کرنا

عموماً اس کا خیال کرنا رکھا جاتا کہ سب شرکاء حلال آمدن سے قربانی کرنے والے ہوں۔ جانچ پڑتال کے بغیر ہر ایک کو شریک کرلیا جاتا ہے۔ اس سے بعض اوقات سب کی قربانی ضائع ہو جاتی ہے۔

قربانی تک بھوکا پیاسا رہ کر اس کو روزہ سمجھنا جہالت ہے

عوام قربانی تک بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ کا نام دیتے ہیں۔ یہ جہالت کی بات ہے۔ روزہ تو پورے دن کا ہوتا ہے اور عید کے دن تو ویسے ہی روزہ رکھنا حرام ہے۔ البتہ قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرنا مستحب ہے۔ مگر وہ روزہ نہیں۔ نہ اس میں روزہ کا ثواب ہے۔ نہ روزہ کی نیت ہے اور نہ ہی یہ حکم فرض یا واجب ہے۔ صرف مستحب ہے اور صرف دسویں تاریخ کے ساتھ مختص ہے۔ لہٰذا اگر کسی علاقے میں عوام اسے روزہ سمجھتے ہوں تو اہل علم کو قربانی سے پہلے کچھ کھانا چاہئے تاکہ عوام کی اصلاح ہو۔

قربانی مندرجہ ذیل جانوروں کی ہوسکتی ہے

اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ ان جانوروں میں سے ہر ایک کی قربانی درست ہے۔ خواہ نر ہو یا مادہ یا خصی۔ ان کے سوا کسی دوسرے جانور کی درست نہیں۔ جیسے نیل گائے، ہرن وغیرہ۔

جانوروں کی عمروں کی تفصیل

قربانی کے اونٹ کی عمر کم از کم پانچ سال، گائے، بھینس کی دو سال اور بھیڑ، بکری، دنبہ کی ایک سال ہونا ضروری ہے۔ البتہ بھیڑ یا دنبہ چھ ماہ کے ہوں۔ مگر اس قدر فربہ (صحت مند اور موٹے) ہوں کہ دیکھنے میں پورے سال کے معلوم ہوتے ہوں جس کی علامت یہ ہے کہ انہیں سال کی بھیڑوں، دنبوں میں چھوڑ دیا جائے تو دیکھنے والا ان میں فرق نہ کر سکے تو سال سے کم عمر ہونے کے باوجود ان کی قربانی جائز ہے۔ اگر چھ ماہ سے عمر کم ہو تو کسی صورت میں قربانی درست نہیں۔ خواہ بظاہر کتنے ہی بڑے لگتے ہوں۔

قربانی کی کم از کم مقدار

قربانی کی کم از کم مقدار ایک چھوٹا جانور (بھیڑ، بکری) یا بڑے جانور (اونٹ، گائے، بھینس) کا ساتواں حصہ ہو۔ لہٰذا بڑے جانور میں کسی شریک کا حصہ اگر پورے جانور کے گوشت یا اس کی قیمت کے ساتویں حصہ سے بھی

کم ہے تو کسی شریک کی بھی قربانی درست نہیں۔ البتہ اگر شرکاء سات سے کم ہوں اور بعض کا حصہ ساتویں حصہ سے زائد ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جن عیب دار جانوروں کی قربانی جائز نہیں

۱...... جس کا ایک یا دونوں سینگ جڑ سے اکھڑ گئے ہوں۔

۲...... جس بھیڑ، بکری کی پیدائشی طور پر دم نہ ہو۔

۳...... اندھا جانور۔

۴...... ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح نظر آتا ہو۔

۵...... اس قدر لنگڑا جو چل کر قربان گاہ تک نہ پہنچ سکتا ہو۔ یعنی چلنے میں لنگڑا پاؤں زمین پر نہ ٹیکتا ہو۔

۶...... ایسا بیمار جانور جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو۔

۷...... جس کے پیدائشی طور پر دونوں یا ایک کان نہ ہو۔

۸...... جس کی چکتی، دم، کان یا ایک آنکھ کی بینائی کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ جاتا رہا ہو۔ ان اعضاء کا کتنا حصہ جاتا رہا تو قربانی جائز نہیں؟ اس کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے چار روایات ہیں: (۱) چوتھائی، ۲ تہائی، ۳ تہائی سے زیادہ، ۴ نصف بعض اکابر نے تہائی والی اور بعض نے تہائی سے زائد والی روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ مگر علامہ شامیؒ نے اسی چوتھی روایت کو ترجیح دی ہے اور صاحبینؒ کا قول بھی۔ اسی کے مطابق ہیں اور امام اعظم کے اسی کی طرف رجوع کا قول بھی کیا گیا ہے۔

۹...... جس کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر گر جانے یا گھس جانے کی وجہ سے چارہ نہ کھا سکتا ہو۔

۱۰...... جسے مرض جنون اس حد تک لاحق ہو گیا ہو کہ چارہ بھی نہ کھا سکے۔

۱۱...... ایسا خارشی جانور جو بہت دبلا اور کمزور ہو۔

۱۲...... جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو۔

۱۳...... جس کے تھن کاٹ دیئے گئے ہیں۔

۱۴...... جس کے تھن اتنے خشک ہو گئے ہوں کہ ان میں دودھ نہ اترے۔

۱۵...... جس گائے کے دو تھن کاٹ دیئے گئے ہوں۔

۱۶...... جس بھیڑ، بکری کے ایک تھن کی گھنڈی (سر) جاتی رہی ہو۔

۱۷...... جس اونٹنی یا گائے کے دو تھنوں کی گھنڈیاں جاتی رہی ہوں۔

۱۸...... جس گائے کی پوری یا تہائی سے زیادہ زبان کاٹ دی گئی ہو۔

۱۹...... جلالہ یعنی جس جانور کی غذا صرف نجاست اور گندگی ہو۔

۲۰...... ایسا لاغر اور دبلا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۲۱...... جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو۔

۲۲...... خنثیٰ جانور جس میں نر و مادہ دونوں کی علامات ہوں۔

جن جانوروں کی قربانی جائز، مگر خلاف اولیٰ ہے

۱...... جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں۔

۲...... جس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں۔ مگر ٹوٹنے کا اثر جڑ تک نہ پہنچا ہو۔

۳...... اتنا بوڑھا جو جفتی پر قادر نہ ہو۔

۴...... ایسی گائے وغیرہ جو بڑھاپے کے سبب بچے جننے سے عاجز ہو۔

۵...... حاملہ یا بچے والی اونٹنی، گائے یا بکری۔

۶...... جس کے تھنوں میں بغیر کسی بیماری کے دودھ نہ اترتا ہو۔

۷...... جسے کھانسی ہو۔

۸...... جسے داغا گیا ہو۔

۹...... وہ بھیڑ، بکری جس کی دم پیدائشی طور پر بہت چھوٹی ہو۔

۱۰...... ایسا کانا جس کا کانا پن پوری طرح سے واضح نہ ہو۔

۱۱...... لنگڑا جو چلنے پر قادر ہو، یعنی چوتھا پاؤں بھی زمین پر رکھتا ہو اور چلنے میں اس سے مدد لیتا ہو۔

۱۲...... بیمار جس کی بیماری زیادہ ظاہر نہ ہو۔

۱۳...... جس کے کان، چکتی، دم یا بینائی کا نصف سے کم حصہ جاتا رہا ہو۔

۱۴...... جس کے کچھ دانت نہ ہوں۔ مگر وہ چارہ کھا سکتا ہو۔

۱۵...... جنون جس کا جنون اس حد تک نہ پہنچا ہو کہ چارہ نہ کھا سکے۔

۱۶...... خارشی جو فربہ یعنی موٹا تازہ ہو۔

۱۷...... جس کا کان چیر دیا گیا ہو یا کاٹ دیا گیا ہو۔ مگر نصف سے کم ہو۔ اگر دونوں کانوں کا کچھ حصہ کاٹ دیا گیا ہو اور دونوں کے کٹے ہوئے اجزاء کا مجموعہ نصف کے برابر ہو جائے تو احتیاطاً اس کی قربانی نہ کی جائے۔ اگر کسی نے کر دی تو ہو جائے گی۔

۱۸...... بھینگا۔

۱۹...... بھیڑ، یا دنبہ جس کی اون کاٹ دی گئی ہو۔

۲۰...... بکری جس کی زبان کٹ گئی ہو۔ بشرطیکہ چارہ با آسانی کھا سکتی ہو۔

۲۱...... جلالہ اونٹ جسے چالیس دن باندھ کر چارہ کھلایا جائے۔

۲۲...... دبلا جانور جو بہت لاغر اور کمزور نہ ہو۔ مذکورہ بالا جانوروں کی قربانی جائز ہے۔ مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور تمام عیوب سے پاک ہو۔

ذبح کے لئے گراتے ہوئے عیب پیدا ہوگیا

جانور کو ذبح کے لئے لایا گیا اور گراتے ہوئے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ یا کوئی اور عیب پیدا ہوگیا۔ مثلاً گائے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اسی اثناء میں اس کی آنکھ پھوٹ گئی۔ پھر اسے پکڑ کر ذبح کر دیا گیا تو قربانی درست ہوگئی۔ ذبح کرتے ہوئے چھری ہاتھ سے چھوٹ کر آنکھ وغیرہ ضائع کر دے تو پھر بھی یہی حکم ہے۔

جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہوگیا

اگر کسی نے قربانی کے لئے جانور خریدا پھر ذبح کے لئے لانے سے پہلے ایسا عیب پیدا ہوگیا جس کے ہوتے ہوئے اس کی قربانی جائز نہیں تو مالدار پر ضروری ہے کہ وہ دوسرے بے عیب جانور کی قربانی کرے۔ فقیر پر تبدیل کرنا ضروری نہیں۔ وہ اسی معیوب جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔ مگر بسہولت ہو سکے تو وہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ البتہ اگر فقیر نے زبان سے نذر مان کر قربانی اپنے اوپر واجب کی تھی تو اس پر بھی دوسرے بے عیب جانور کی قربانی واجب ہے۔

خصی جانور کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے

بعض لوگ خصی جانور کی قربانی کو درست نہیں سمجھتے۔ یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ خصی جانور کی قربانی زیادہ افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خصی جانور کی قربانی فرمائی ہے۔

بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا صرف ذابح پر واجب ہے

عوام میں مشہور ہے کہ ذابح کے علاوہ جانور کو پکڑنے والے اور مدد کرنے والے پر بھی بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا واجب ہے۔ یہ محض غلط ہے۔ یہ صرف ذبح کرنے والے پر واجب ہے۔

عورتوں کا ذبیحہ حلال ہے

بعض لوگ عورتوں کے ذبیحہ کو درست نہیں سمجھتے۔ یہ بھی غلط خیال ہے۔ عورت، سمجھدار بچہ اور بچی کا ذبیحہ درست ہے۔

ذبح فوق العقدہ کا حکم

اگر کسی جانور کو عقدہ (گردن میں ابھری ہوئی گانٹھ نما ہڈی) کے اوپر سے ذبح کر دیا، یعنی عقدہ نیچے کی طرف رہ گیا اور جانور کو گردن کے بالکل آخری ٹھوڑی سے متصل حصہ سے ذبح کر دیا تو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ذبح صحیح نہیں ہوا اور جانور حرام ہوگیا۔ کیونکہ اس جگہ سے ذبح کرنے سے وہ رگیں نہیں کٹتیں جن کا کاٹنا ضروری ہے۔ یہ غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عقدہ کے اوپر سے ذبح کرنے سے وہ رگیں کٹ جاتی ہیں جن کا ذبح میں کاٹنا ضروری ہے اور اس سے مکمل طور پر خون بہ جاتا ہے۔ اس لئے اس طرح جانور بلا شبہ حلال ہو جاتا ہے۔ کسی قسم کا شبہ نہ کیا جائے۔ البتہ ذبح کرنے والے کو چاہئے کہ وہ عقدہ کے نیچے سے ذبح کرے کہ احتیاط اسی میں ہے۔

جانور بے قابو ہوگیا تو ذبح اضطراری جائز ہے

اگر جانور بے قابو ہوکر ہاتھ سے چھوٹ جائے اور پکڑنے میں نہ آئے تو ذبح اضطراری بھی جائز ہے۔ یعنی چھری، برچھی وغیرہ یا کسی دھار داری آلہ پر ذبح کی نیت سے بسم اللہ پڑھ کر دور سے مار دے۔ وہ جانور کے جسم میں جس جگہ بھی لگ جائے اور جانور ہلاک ہوجائے تو جانور حلال ہوجائے گا۔ بکری آبادی میں بھاگ جائے ذبح اضطراری جائز نہیں۔ کیونکہ پیچھا کر کے اسے قابو میں لایا جاسکتا ہے اور صحرا میں بھاگ جائے تو ذبح اضطراری جائز ہے۔ اونٹ یا گائے، بھینس بے قابو ہوکر بھاگ جائیں تو بہر صورت ذبح اضطراری جائز ہے۔ خواہ آبادی میں بھاگیں یا صحرا میں اسی طرح جانور نے کسی پر حملہ کر دیا اور اس نے بنیت ذبح بسم اللہ پڑھ کر اسے قتل کر دیا تو بھی حلال ہوجائے گا۔

قربانی کے جانور کے دودھ، اون اور گوبر کا حکم

مندرجہ ذیل صورتوں میں قربانی کے جانور کا دودھ، اون اور گوبر استعمال میں لانا اور اس سے نفع حاصل کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

۱...... جانور گھر کا پالتو ہو۔

۲...... جانور خریدا ہو مگر خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ ہو۔

۳...... قربانی کی نیت سے خریدا ہو مگر اس کا گزارا باہر چرنے پر نہ ہو بلکہ گھر میں چارہ کھاتا ہو۔

اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہو اور باہر چر کر گزر کرتا ہو تو اس کے دودھ، اون اور گوبر کو استعمال میں لانا جائز ہے۔ ایسے جانور کا دودھ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر خشک کر دینا چاہئے۔ اگر خشک نہ ہو اور جانور کو تکلیف ہو رہی ہو تو نکال کر صدقہ کر دینا چاہئے۔ اگر ذبح کرنے کے بعد اون کاٹی جائے تو اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ اسے بیچ کر قیمت استعمال میں لانا صحیح نہیں۔ اگر بیچ دی تو قیمت صدقہ کر دینی چاہئے۔

حلال جانوروں کی سات چیزوں کا کھانا حرام ہے

(۱) بہتا خون۔ (۲) مذکر کی پیشاب گاہ۔ (۳) خصیتین۔ (۴) مونث کی پیشاب گاہ۔ (۵) غدود۔ (۶) مثانہ۔ (۷) پتہ۔

قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حکم

قربانی اور عقیقہ کرنا ایک جانور میں جائز ہے۔ لیکن اس کی صورت سمجھنا ضروری ہے کہ قربانی کے جانور میں ایک آدمی کا قربانی کا حصہ ہو اور دوسرے آدمی کے عقیقہ کے حصے ہوں تو یہ صورت جائز ہے۔ قربانی بھی ہوجائے گی اور عقیقہ بھی اگر ایک ہی شخص بڑے جانور میں قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کے حصے بھی رکھتا تو اس کا عقیقہ نہ ہو گا بلکہ سارے حصے قربانی کے ہوں گے۔ (بحوالہ ردالمختار المعروف فتاویٰ شامی)

ایک ہفتہ ...... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دیس میں

قسط نمبر:9

مولانا اللہ وسایا

بہادر شاہ ظفر رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

خاندان تیموریہ کا یہ بادشاہ جس کے مقدر میں سلطنت مغلیہ کا مکمل زوال دیکھنا لکھا تھا۔ سراج الدین بہادر شاہ ظفر۔ یہ ۲۸ر شعبان ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء پیدا ہوئے۔ والد کا نام مرزا اکبر شاہ فرمانروائے دہلی تھا، جو شاہ عالم کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ بہادر شاہ ظفر نے حافظ ابراہیم اور قاری محمد جمیل صاحب سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ اوسط درجے کی عربی اور فارسی ادب کے علاوہ تیر اندازی، شہسواری، تیغ زنی، نشانہ بازی میں مشق حاصل کی اور کمال حاصل کیا۔ شاہجہان، اورنگ زیب کے عہد کی تو بات ہی کیا۔ البتہ بہادر شاہ ظفر کے زمانے کا دلی بھی کیا کم تھا۔ علم وفضل کے اعتبار سے ایک اونچا مقام رکھتا تھا۔ کوئی مشرقی شہر اس کے ہم پلہ نہ تھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر کی درس گاہیں عروج پر تھیں۔ سید اسماعیل شہید، شاہ محمد اسحق، شاہ محمد یعقوب، مولانا فضل حق خیرآبادی، مفتی صدرالدین خان آزردہ ایسے باکمال لوگ انہیں درس گاہوں سے پیدا ہوئے۔ مولانا سید مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین، مولوی عبدالخالق، مولانا رشید الدین خان، مولانا مملوک علی نانوتوی، مولانا نصرالدین، سراج العلماء، مفتی سید رحمت علی، خان بہادر مولوی کرامت رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے فضلاء اس زمانے میں تھے۔ مولانا حکیم عبدالحئی صاحب نے ''گل رعنا'' میں عہد ابوظفر کا یہ نقشہ کھینچا ہے:''اب خود ظفر شاہ بہادر کے زمانہ میں اسد اللہ خان غالب، امام بخش صہبائی، شاہ نصیرالدین نصیر، حضرت ذوق اور خدا جانے کتنے سخنوران باکمال کا جمگھٹا تھا۔ ان سے بہادر شاہ نے صحبت اٹھائی۔ ولی عہدی میں یہ دوست تھے۔ جب تاجدار ہوئے تو یہ درباری کہلائے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعری کا ذوق بھی بہادر شاہ ظفر کا کمال کا تھا۔

جہانگیر اور عالمگیر کے تخت پر شاہ عالم ثانی جلوہ گر تھا۔ لیکن مغلیہ عہد کا زوال تھا۔ دہلی میں مرہٹوں نے یورش کی تو شاہ عالم ثانی بھاگ کر الہ آباد گئے۔ احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو شکست دی۔ دلی فتح ہوا تو شاہ عالم ثانی بادشاہ تسلیم ہوئے۔ ۱۷۸۸ء میں غلام قادر روہیلہ نے چڑھائی کی تو شاہ عالم کو سلیم گڑھ لے گئے۔ اب سندھ کے فوجی افسر رانا خان نے غلام قادر کو شکست دی۔ شاہ عالم کو غلام قادر کے پنجہ سے رہائی ملی۔ سندھیا، مدارالمہام بنارس نے علامتی طور پر شاہ عالم کو برقرار رکھا۔ شاہ عالم کی خواہش پر ۱۸۰۳ء میں انگریزوں نے مرہٹوں کو شکست دی۔ اب شاہ عالم ثانی بجائے مرہٹوں کے انگریز کا وظیفہ خوار ہوا۔ اب یہ قلعہ دہلی کے والی رہ گئے۔ شاہ عالم ثانی کے بعد ان کے صاحبزادے اکبر شاہ فرمانروا بنے۔ جو بہادر شاہ ظفر کے والد گرامی تھے۔ اکبر شاہ بجائے بہادر شاہ کے اپنے دوسرے بیٹے جہانگیر کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ انگریز چاہتے تھے کہ بہادر شاہ ظفر ولی عہد ہو۔ مگر اکبر شاہ نے کہہ دیا کہ بہادر شاہ ظفر میرا بیٹا ہی نہیں۔ اس پر بہادر شاہ ظفر نے یہ شعر کہے:

ستم کرتا ہے بے مہری سے کیا کیا آسماں پیہم — دل اس کے ہاتھ سے پر درد ہے اور چشم ہے پرنم
کروں گا پر نہ شکوہ گرچہ ہوں گے لاکھ غم پر غم — کہے جاؤں گا میں ہر دم یہی جب تک ہے دم میں دم
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

خدا کی شان کہ الہ آباد ۱۸۴۱ء میں جہانگیر مرزا، بہادر شاہ ظفر کا بھائی وصال کر گیا۔ اب تو بہادر شاہ ظفر کو سرکار کمپنی انگریز نے اکبر شاہ (یعنی والد) کا جانشین تسلیم کر لیا۔ اس پر ظفر نے کہا۔

کیسی تدبیر ظفر جب وہ کرے اپنا کام — کام بگڑے ہوئے بن جائیں یونہی آپ سے آپ

۱۸۳۲ء میں دلی کو مغربی وشمالی میں شامل کر دیا گیا تھا۔ ۱۸۳۵ء میں سکہ بھی دلی اور نواح میں انگریز سرکار کمپنی کا رائج ہو گیا۔ ۱۸۳۷ء میں اکبر شاہ کا وصال ہوا۔

بہادر شاہ ظفر رونق تخت سلطنت پر

ظفر شاہ سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ سرکار کمپنی کا وظیفہ ملتا اور نام کے حکمران تھے۔ حتیٰ کہ آگرہ کی عدالت عالیہ نے فیصلہ دیا۔ دہلی قلعہ کے باہر بادشاہ کو کوئی استحقاق حاصل نہیں۔

بہادر شاہ ظفر کا ولی عہد مرزا فخر ۱۹۵۶ء میں فوت ہو گیا۔ بہادر شاہ کے آٹھ بیٹوں نے راضی نامے پر دستخط کئے کہ ولی عہد شہزادہ جواں بخت ہوگا۔ لیکن انگریز سرکار کمپنی کا کہنا تھا کہ بہادر شاہ ظفر کا بیٹا مرزا قویش ولی عہد ہوگا۔ مرزا قویش کو راضی کر لیا گیا کہ بہادر شاہ کا لقب موقوف، صرف شہزادہ کا لقب چلے گا۔ گویا نام کی حکومتی علامت بھی سلب کر لی گئی۔ اس ولی عہدی پر انگریز سرکار کمپنی اور بہادر شاہ ظفر کا اختلاف ہوا۔ سرکار کمپنی نے مرزا قویش کی ولی عہدی کا اعلان کیا۔ اب بوڑھے بہادر شاہ ظفر نے ایک شعر کہا۔

اے ظفر اب ہے تجھی تک انتظام سلطنت — بعد تیرے نے ولی عہدی نہ سلطنت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسہ شاہ محمد اسحٰق دہلوی، شاہ محمد یعقوب دہلوی، انگریزوں کی مداخلت فی الدین سے حجاز مقدس ہجرت کرنے کے ارادہ سے روانہ ہونے لگے تو عمائدین شہر کے ساتھ بہادر شاہ ظفر نے ان کو رخصت کیا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزردہ ایسے حضرات سے بہادر شاہ ظفر کی دوستی تھی۔ خود بھی بہادر شاہ نیک سیرت اور شریعت کے پابند تھے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مرید تھے۔ بہادر شاہ ظفر کا اعتراف ملاحظہ ہو۔

مرید قطب دیں ہوں خاکپائے فخر دیں ہوں میں — اگرچہ شاہ ہوں ان کا غلام کمتریں ہوں میں
بہادر شاہ میرا نام ہے مشہور عالم میں — ولیکن اے ظفر ان کا گدائے رہ نشیں ہوں میں

پلاسی کی جنگ کے بعد انگریز مغلیہ حکومت پر چھا گیا۔ روز بروز ریاستوں کو باہم لڑا کر اپنے پنجے مضبوط کر لئے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی الثورۃ الہندیہ میں لکھتے ہیں: ''انگریز نے کارتوسوں پر سؤر اور گائے کی چربی چڑھاتا، ان کو بندوق میں ڈالنے کے لئے منہ سے کھولنا پڑتا اور ہندو مسلم دونوں کے لئے پریشانی کہ وہ ان کو کیسے منہ سے لگائیں۔ اس سے دونوں قوموں میں اضطراب ہوا۔''

انقلابیوں کی بغاوت

۲۲ر فروری ۱۸۵۷ء کو ڈم، ڈم کلکتہ میں سپاہیوں نے شکایت کی۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اپریل ۱۸۵۷ء میں میرٹھ چھاؤنی میں سپاہیوں کے کارتوسوں کے لینے سے انکار پر ان کے خلاف کارروائی کا اعلان کیا گیا۔ ۶ر مئی کو نوے آدمیوں کی میرٹھ چھاونی میں پریڈ کرائی گئی۔ ہر ایک یونٹ سے پندرہ آدمی لئے گئے۔ کارتوس تقسیم کئے گئے۔ پانچ آدمیوں کے علاوہ باقی سب نے کارتوس لینے سے انکار کیا۔ انچاس مسلمان چھتیس ہندو وغیرہ۔ کل پچاسی فوجیوں کو ۹ر مئی کو فوجی پریڈ کے دوران دس دس سال قید بامشقت سنائی گئی اور پھر اسی وقت پیادہ پا ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر جیل کی طرف روانہ کیا گیا۔ اس واقعہ نے پوری فوج کو مشتعل کر دیا۔ ۱۰ر مئی اتوار کو رات گئے جیل کی بیرکوں کو آگ لگا دی گئی۔ قیدی سب فرار کرا دیئے گئے اور سب نے دہلی کا رخ کیا۔ سپاہی دن نکلنے سے پہلے دہلی پہنچ گئے۔ ۹ر گھنٹے میں ۴۴ میل کا پیدل سفر کیا۔ اس بغاوت پر انگریز بچ پا نہیں بلکہ پاگل بھی ہو گیا۔

میرٹھ کے یہ تمام سزا یافتہ قلعہ میں بہادر شاہ ظفر بادشاہ کے حضور پہنچے۔ بادشاہ سے سوال وجواب کے بعد باہر نکلے تو دن بھر انقلابی فوجیوں نے جو انگریز ہتھے چڑھا اسے ٹھکانے لگا دیا۔ سنجیدہ طبقہ علماء اور راہنماؤں نے سمجھایا۔ مگر ان پر ایسا جنون انتقام تھا کہ کسی کی نہ سنی۔ بادشاہ دیوان خاص میں آیا تو ان فوجیوں نے سلامی دی۔ بخت خاں بھی ان کے ساتھ مل گیا۔ مہاراجہ پٹیالہ، انگریزوں کا وفادار خود بہادر شاہ ظفر کے وزراء، حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علی خان جاسوسی کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ انگریز حکومت نے کمانڈر انچیف جنرل آنس کو دہلی پر حملہ کرنے کا کہا۔ اس نے پٹیالہ، نابھ کے راجاؤں کی فوجی مدد سے کالی وگوری فوج کے ہمراہ ۲۵ر مئی کو انبالہ آیا تو ۲۷ر مئی کو ہیضہ سے مردار ہو گیا۔ اس کے بعد جنرل ہنری برناڈ نے قیادت سنبھالی۔ یہ راستہ میں لڑائیاں لڑتا دہلی پہنچا۔ لیکن ۵ر جولائی کو ہیضہ سے یہ بھی مردار ہوا۔ اب جنرل ریڈ نے قیادت سنبھالی۔ لیکن فوجی بغاوت اتنی شدید تھی کہ اس نے استعفیٰ دے دیا۔ اب انقلابیوں کے حوصلے بلند تھے اور سرکار انگریز کی فوج بددلی کا شکار تھی۔ اب ریڈ کی جگہ جنرل ولسن نے کمان سنبھالی۔ اس کی مدد کے لئے جنرل نکلسن دو ہزار فوجیوں پر مشتمل فوج لے کر آیا۔ جنرل ہڈسن ایسا سفاک جنرل بھی مختلف ریاستوں سے فوج اکھٹی کر کے دہلی آ گیا۔ ہندو، مسلم، راجے، مہاراجے، جاگیردار وساہوکاروں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو روپیہ اور افرادی قوت دی۔ انگریز فوج خود ہندوستانی قوم کے غداروں کی غدارانہ روش سے تازہ دم ہو کر دہلی پر چاروں طرف سے حملہ آور ہوئی۔ پٹیالہ، کشمیر، رام پور، حیدر آباد کے راجوں اور نوابوں کے علاوہ متھرا کے مشہور مہاجن لکشمی نے پچیس لاکھ پانی پت وکرنال کے مہاجنوں نے انگریز کو تیس لاکھ دیئے۔ ادھر انقلابی فوجیوں پر رسد بند کر دی گئی۔ چاروں سمت محاصرہ ہو گیا۔ بہادر شاہ ظفر نے اپنا فرنیچر بیچ کر بھی نظام چلانا چاہا۔ مگر کب تک؟ لوگ ان کو مبارک دیتے کہ بادشاہت آپ کے گھر آئی۔ وہ جواب میں کہتے کہ اس سے غلامی بہتر تھی کہ دو وقت کا کھانا تو مل جاتا تھا۔ ان حالات کے باوجود چار ماہ تک مقابلہ جاری رکھا۔ جو بڑی بہادری کی بات ہے۔ اب انگریز فوج قدم قدم ایک ایک انچ پر مقابلہ کرتے ہوئے قلعہ تک پہنچ گئی۔ کہتے ہیں کہ مقابلہ اتنا سخت تھا کہ چھ فرلانگ کا فاصلہ پانچ دنوں میں انگریز فوج نے طے کیا۔ انگریز فوج کے بڑے افسر اور عام سپاہی بڑی تعداد میں ڈھیر رہے۔ لیکن باہر کی کمک سے انہوں نے حوصلہ نہ ہارا۔ برابر آگے بڑھتے رہے۔

بہادر شاہ ظفرؒ قلعہ ہمایوں میں

۱۹ ستمبر کو انگریز کے جاسوسوں نے بہادر شاہ ظفر کو اتنا مرعوب کیا کہ وہ قلعہ خالی کر کے ہمایوں کے مقبرہ میں آگئے۔ ۲۰ ستمبر جنرل ولسن نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ بخت خان نے بادشاہ کو کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں آپ کو اپنی فوج کے حصار میں نکال کر لے چلتا ہوں۔ پورا ملک آپ کے ساتھ جان کی بازی لگا دے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ کل ہمایوں کے مقبرہ میں ملیں۔ اس ملاقات کی جاسوسوں نے انگریز فوج کو اطلاع کر دی۔ انگریز کو معلوم تھا کہ بادشاہ ظفر بخت خاں کی فوج کے ہمراہ دہلی سے بخیر نکل گئے تو پورے ملک میں بغاوت پھیل جائے گی۔ انگریز نے اپنے مہروں کے ذریعہ بادشاہ کو دہلی نہ چھوڑنے پر آمادہ کر لیا۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۷ء کو جب جنرل بخت خان آیا تو بادشاہ ظفر نے جانے سے معذرت کر لی۔ جاتے بھی کیوں کر کہ تقدیر غالب آ چکی تھی؟ چنانچہ بادشاہ کی طرف سے جواب پا کر جنرل بخت روہیل کھنڈ بمعہ فوج کے واپس چلا گیا۔ اب بادشاہ کی گرفتاری کے لئے انگریز کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ چنانچہ بخت خان جنرل کے جانے کے بعد اگلے روز بادشاہ ظفر گرفتار ہوئے۔ یہ گرفتاری اور پھر بیٹوں کا قتل کے بعد بادشاہ کے سامنے سر ناشتے کی ٹرے میں پیش کرنا اور ناشتہ کے ٹرے کا کپڑا اٹھانا اور بیٹوں کے سروں کو دیکھ کر بہادر شاہ ظفر کا کہنا کہ ”شاباش بہادر بیٹے اپنے باپ کے سامنے یوں ہی سرخرو ہو کر پیش ہوا کرتے ہیں۔“ یا آپ کا یہ کہنا کہ ”گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔“ یہ ساری شکست یا جنگ آزادی کا ہارنا اس کا باعث صرف اور صرف اپنوں کی غداری تھی کہ تمام ریاستوں کے نوابوں نے انگریز کو رقم اور فوج دے کر مضبوط کیا۔ ورنہ بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں انقلابیوں کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو گئی تھی کہ اکیلا انگریز حکومت کے لئے ان کو شکست دینا ممکن نہ تھا۔ بہادر شاہ ظفر مکارم اخلاق سے متصف تھے۔ پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ گرفتاری کے بعد بادشاہ پر انگریزوں کے قتل اور حکومت کا وظیفہ خوار ہونے کے باوجود بغاوت، کا کیس درج ہوا۔ ۲۷ جنوری ۱۸۵۸ء کو مقدمہ شروع ہوا۔ اپنے ہی لوگوں نے بہادر شاہ کے خلاف انگریز کی حمایت میں گواہیاں دیں۔ ۹ مارچ ۱۸۵۸ء کو فیصلہ ہوا۔ جس کے نتیجہ میں بہادر شاہ ظفر رنگون بھیج دیئے گئے۔ نواب تاج محل بیگم، نواب زینت محل اور بیٹے جوان بخت اور بہادر شاہ ظفر کے سالے ولایت علی بیگ اور ان کی بیوی بہادر شاہ کے ہمراہ رنگون بھیج دیئے گئے۔ ۷ نومبر ۱۸۶۲ء کو رنگون میں فوت ہوئے۔ وہیں دفن ہوئے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ اب ان کے متعلق ان یادوں کو سمیٹے آگے بڑھے۔ کوچ ایک جگہ کھڑی کر دی گئی۔ وفد کے ارکان شہر کی گلیوں اور بازاروں سے گزرے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار مقدس پر حاضر ہوئے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مختصر حالات

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی تاریخ پیدائش ۵۸۲ھ اور وفات ۶۳۳ھ بیان کی جاتی ہے۔ آپ شیخ الطائفہ حضرت معین الدین اجمیریؒ کے مرید خاص اور خلیفہ اجل تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ”اخبار الاخیار“ اپنی کتاب میں طبقہ اولیٰ کے اولیاء ہند کی تاریخ میں آپ کا دوسرے نمبر پر تذکرہ خیر کیا ہے۔ ماوراء النہر کے علاقہ اوش میں آپ پیدا ہوئے۔ دریائے جیحون کے اس پار کو ماوراء النہر کہتے ہیں اور اس پار کو

خراسان کہتے ہیں۔ آج کل دریائے آمو اور سیر کے درمیانے علاقہ کا نام ماوراء النہر ہے۔ جس میں موجودہ ازبکستان، تاجکستان اور مغربی قازقستان شامل ہیں۔ دریائے آمو، دریائے کابل اور دوسرے دریاؤں سے مل کر پھر دریائے سندھ بنتا ہے۔ اس خطہ میں اوش ہے۔

جہاں حضرت کاکی ؒ پیدا ہوئے۔ فتحیہ مرشدیہ میں ۱۴ واسطوں سے آپ کا سلسلہ سیدنا حسن بصری ؒ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ کمال الدین ؒ تھا۔ آپ کی عمر ڈیڑھ سال تھی کہ والد کا وصال ہوا۔ والدہ نے آپ کو پالا پوسا۔ آپ چار سال کے ہوئے تو والدہ نے ایک ہمسایہ سے کہا کہ اسے پڑھنے کے لئے بٹھا دیں۔ وہ لے کر چلے تو راستہ میں ایک بزرگ ملے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ مجھے دے دیں۔ میں اسے پڑھنے بٹھاتا ہوں۔ انہوں نے اس بزرگ کے سپرد کر دیا اور خود بھی ساتھ چلے۔ وہ بزرگ حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ کو ایک بزرگ ابو حفص اوشی ؒ کے پاس لے گئے اور کہا: ”آپ انہیں پڑھا دیں۔“ یہ لاثانی شخص ہے۔ ایک دن یہ سلطان الاولیاء بنے گا۔ انہیں غور ومحنت سے پڑھا دیں۔ یہ کہہ کر بزرگ رخصت ہوئے تو حضرت ابو حفص اوشی نے اس شخص سے پوچھا جو حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ کو ان کی والدہ سے لائے تھے کہ اس بزرگ کو جانتے ہو۔ جو آپ کے ساتھ آئے تھے۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو سر راہ مل گئے اور آپ کی طرف رہنمائی کی۔ تو ابو حفص نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ ان کی آمد دلیل ہے کہ یہ بچہ ایک وقت میں مرجع عالم ہوگا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی ؒ نے تاریخ مشائخ چشت میں لکھا ہے کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو حفص ؒ نے پڑھانا چاہا تو ہاتف سے غیبی آواز آئی کہ اس بچہ کی تعلیم ظاہری قاضی حمید الدین ناگوری ؒ کے ہاں مقدر ہے۔ حضرت ناگوری ؒ بھی اتنے میں آ گئے۔ تختی لی اور قطب الدین ؒ سے پوچھا کہ کیا لکھوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لکھیں۔ حضرت ناگوری ؒ نے پوچھا تو معلوم ہوا پندرہ سپارے والدہ سے پڑھ چکے ہیں۔ یہ اپنے ہمراہ لے گئے۔ چار دن میں باقی پندرہ پارے مکمل ہو گئے اور پھر ظاہری علوم کی بھی جلد تکمیل ہو گئی۔

اب آپ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ سے بیعت ہوئے اور مسجد ابو اللیث سمرقندی میں بیعت کا واقعہ بعض نے لکھا ہے اور بعض نے یہ واقعہ بغداد کا لکھا ہے اور یہ بھی ہے کہ اس بیعت کے وقت شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ اوحد الدین کرمانی، شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمود اصفہانی کی موجودگی میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے بیعت ہوئے۔ یہ بات رسالہ ”نظام المشائخ دہلی“ کے ایڈیٹر سید محمد الواحدی نے تحریر کی ہے۔ واللہ اعلم! سترہ سال حضرت بختیار کاکی ؒ اپنے شیخ اجمیری ؒ سے تربیت سلوک میں منہمک رہے۔ بغداد سے حضرت معین الدین چشتی اجمیری ؒ، اجمیر شریف تشریف لائے تو حضرت بختیار کاکی ؒ بھی اپنے شیخ سے جدائی برداشت نہ کر پائے۔ کچھ عرصہ بعد یہ بھی ہند کے لئے عازم سفر ہوئے تو راستہ ملتان کا اختیار کیا اور ملتان میں کچھ عرصہ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ؒ کے پاس رہے۔ (اب یہاں پر لکھنا بند کرتا ہوں۔ پہلے جا کر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ؒ اور شاہ رکن عالم کے مزارات پر حاضری دے کر آتا ہوں۔ پھر آگے لکھوں گا۔ آج ۱۵/مارچ ۲۰۱۴ء بعد از عصر مزارت واقع قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان گیا۔ مغرب واپس دفتر آ کر پڑھی۔ چلیں

آگے چلتے ہیں) ملتان میں شیخ جلال الدین تبریزی ؒ کے ہاں بھی مہمان رہے۔ یہاں سے دہلی پہنچے۔ اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ کو عریضہ لکھا کہ قدم بوسی کے لئے اجمیر شریف حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت اجمیری ؒ نے فرمایا آپ دہلی رہیں۔ میں خود دہلی آتا ہوں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی ؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین ؒ، حضرت اجمیری ؒ کے پہلے خلیفہ ہیں۔ حضرت اجمیری ؒ دہلی تشریف لائے۔ اپنے شیخ کے حکم پر حضرت بختیار کاکی ؒ برلب دریائے جمنا کوکری میں قیام پذیر ہوئے۔ جو دہلی شہر سے باہر جگہ تھی۔ سلطان شمس الدین التمش کو معلوم ہوا کہ حضرت بختیار کاکی ؒ کوکری میں قیام فرما ہیں۔ ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ جنگل (کوکری) سے شہر دہلی چلنے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں پانی کی قلت ہے۔ چنانچہ التمش سلطان ہفتہ میں دو مرتبہ حاضر ہوتا اور برابر شہر چلنے کے لئے ملتمس رہا۔ آخر آپ آمادہ ہوگئے۔ دہلی تشریف لائے۔ ملتان جب تشریف لائے سلطان ناصر الدین قباچہ اور اہل ملتان نے بھی عرض کیا تھا کہ ملتان قیام رکھیں۔ مگر شیخ اجمیری ؒ کی صحبت کشاں کشاں آپ کو ہند لے جاری تھی۔ دہلی جا کر اجمیر حاضر ہونے کی اجازت طلبی پر شیخ کا حکم دہلی کا ہوا۔ اب کوکری نزد دہلی رکے۔ التمش کے درخواست کرنے پر دہلی آئے۔ امیر وغریب حاضر ہونے لگے۔ بادشاہ نے بھی بیعت کی۔ اس زمانہ میں دہلی کے نامور رہنما شیخ نجم الدین صغریٰ تھے۔ انہوں نے آپ کی آؤ بھگت دیکھی تو معاصرت کا شکار ہوگئے۔ حضرت اجمیری ؒ دہلی تشریف لائے تو سارا دہلی ملنے آیا۔ جناب نجم الدین صغریٰ نہ آئے۔ حضرت اجمیری ؒ ان کو خود ملنے گئے تو انہوں نے بے رخی برتی۔ اب حضرت اجمیری ؒ نے بے رخی کا خود سبب پوچھ لیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے مرید کے آنے سے میرے شیخ الاسلام کے عہدہ کی بے توقیری ہوئی۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا ہم ان کو اجمیر لے جاتے ہیں۔ آپ آئے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ اجمیر چلو۔ ادھر تعمیل ارشاد میں دیر ہی کیا تھی تیار ہو کر ہمراہ ہوئے۔ التمش بادشاہ اور دہلی کے عوام وخواص حضرت اجمیری ؒ کے حضور حاضر ہوئے کہ حضرت ہمیں حضرت بختیار کاکی ؒ کی صحبت سے محروم نہ کیا جائے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا کہ قطب الدین ؒ یہیں رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دیں۔ اتنی مخلوق کا دل توڑنا مناسب نہیں۔ چنانچہ شیخ کے حکم پر دہلی رہ گئے۔

حضرت بختیار کاکی ؒ کی عبادت وریاضت

حضرت بختیار کاکی ؒ یومیہ اڑھائی سو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ تین ہزار دفعہ درود شریف پڑھتے تھے۔ جب آپ کی شادی ہوئی تو تین دن درود شریف کا ناغہ ہوگیا۔ خواجہ کاکی ؒ کے ایک مرید کو آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بختیار ؒ سے کہنا تین دن سے تمہارا تحفہ نہیں پہنچ رہا۔ اس کے بعد پھر معمول میں ناغہ نہ ہوا۔ ایک بار حضرت خواجہ بختیار کاکی ؒ سے احیاناً (جاگتی حالت میں) حضرت خضر علیہ السلام ملے۔ حضرت خواجہ ؒ بہت کم نیند کرتے تھے۔ چوبیس گھنٹوں میں چھ گھنٹے آخری عمر میں اور بھی نیند کم کردی۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مستغرق رہتے۔

ایک بار حضرت شیخ فرید الدین ؒ گنج شکر پاکپتن والوں نے عرض کیا کہ مقررہ وقت پر اوراد وظائف کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے روک دیا کہ وقت مقرر کرنے سے شہرت ہوگی اور شہرت ابتلاء کا باعث ہے۔ کاک افغانی

زبان میں روٹی کو کہتے ہیں۔ حضرت قطب الدین ؒ ایک دکاندار سے سودا سلف ادھار پر لیتے، وقت پر پیسے ادا ہوتے رہتے۔ ایک دفعہ دکاندار کی بیوی نے حضرت قطب الدین ؒ کی اہلیہ کو ادھار دینے کا طعنہ دیا۔ اہلیہ نے حضرت شیخ سے عرض کیا۔ آپ نے ادھار لینا بند کر دیا۔ تو غیب سے وقت پر روٹی مل جاتی۔ کافی عرصہ گزر گیا۔ دکاندار کی اہلیہ نے آپ کی اہلیہ سے معافی مانگی تو آپ کی اہلیہ نے بتا دیا کہ ہمیں تو وقت پر روٹی مل جاتی ہے۔ اس دن سے روٹی ملنا بند ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ حضرت قطب الدین بختیار ؒ کو اس لئے ’’کاکی‘‘ کہتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ ایک روز شاہی نانبائی سے روٹیاں جل گئیں۔ وہ ان کو تندور میں چھوڑ کر حضرت بختیار کاکی ؒ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر تندور سے اتارنا شروع کر دیں۔ ایسے کیا تو سب روٹیاں جلی ہوئی تھیں مگر صحیح سالم بے جلے کاک اتر آئے۔ اس دن سے آپ ’’کاکی‘‘ مشہور ہوگئے۔

آپ جب ملتان تشریف لائے تو ناصر الدین قباچہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ؒ کے ہاں سے ہو کر حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ سے استدعا کی کہ کفار کی سازشوں سے شورش بپا ہے۔ آپ کے ہاتھ میں تیر تھا۔ سلطان کو دے دیا کہ جا کر شورش کرنے والوں کی طرف چلا دیں۔ باچہ نے ایسے کیا تو تمام لوگ بھاگ گئے اور شورش ختم ہو کر رہ گئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ نے وفات کے وقت اپنا خرقہ، مصلے اور اپنے نعلین اور عصا ایک خادم کو دیئے کہ حضرت فرید الدین گنج شکر جب آئیں تو انہیں دے دینا۔ وہ ان دنوں ہانسی گئے ہوئے تھے۔ شیخ کے وصال کی خبر پر وہاں سے دہلی گئے تو خادم نے یہ چیزیں پیش کیں۔ گویا آپ نے اپنا جانشین حضرت فرید الدین ؒ کو مقرر کیا۔ حالانکہ خود خواجہ کی اولاد موجود تھی۔ حضرت خواجہ کے پائینتی کی جانب حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ؒ کا مزار ہے۔ جن کا اوپر ذکر ہوا۔ فرخ نے مزار شریف کے گرد احاطہ بنوایا جو سنگ مرمر کا ہے۔ قطب مینار کے قریب آپ کی ذاتی حویلی بیان کی جاتی ہے۔ خانقاہ شریف کے قریب مسجد میں دو مصلے ہیں۔ ایک حضرت اجمیری ؒ اور دوسرا حضرت بختیار کاکی ؒ سے منسوب ہیں کہ وہ یہاں نماز پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہاں دعا کریں تو قلب قبولیت کے آثار محسوس کرتا ہے۔ اس مسجد کے قریب شمس تالاب کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ اس کے ارد گرد خوب مزارات تھے۔ اب کھنڈرات ہیں۔ رہے نام اللہ کا!

حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی ؒ نے تاریخ چشت ص۱۷۳ پر لکھا ہے کہ: ’’حضرت خواجہ اجمیری ؒ کے وصال کے بعد مزار مبارک پر زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو ایک بار وسوسہ گزرا۔ حضرت مرشد کو میرے آنے کی خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اب کے گئے تو صراحۃً دیکھا کہ آپ کی قبر مبارک پر موجود ہوں اور حضرت خواجہ مرشد اجمیری فرما رہے ہیں۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن   من آیم بجاں گر تو آئی برتن

مجھے اپنی طرح زندہ جانو۔ اگر آپ جسم کے ساتھ آئیں گے تو میں جان کے ساتھ آؤں (استقبال کروں) گا۔ اب حضرت شیخ الحدیث کی اس لکھت پر ہمارے اشاعتی دوست کیا فرمائیں گے؟ مجھے نہیں بحث اس سے، مجھے آگے چلنے دیں۔

وفات حسرت آیات

جب آپ کا وصال ہوا تو بادشاہ شمس الدین التمش ؒ نے غسل دیا۔ جب جنازہ لایا گیا تو اعلان ہوا کہ حضرت خواجہ بختیار کاکی ؒ کی وصیت یہ تھی کہ میری نماز جنازہ وہ پڑھائے جس کی غیر محرم پر کبھی نظر نہ پڑی ہو اور سنت عصر اور جماعت کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔ جب اس شرط کے مطابق کوئی آگے نہ بڑھا تو شاہ شمس الدین التمش ؒ آگے بڑھے۔ فرمایا کہ حضرت ؒ نے راز کھول دیا تو کیا کروں؟ اور نماز جنازہ پڑھا دی۔ شمس الدین التمش ؒ آپ کا مرید تھا۔ مرید کا یہ حال تھا تو شیخ کا عالم کیا ہوگا؟ آپ کے بائیس خلفاء کا ذکر ہے۔ لیکن سلسلہ تین حضرات سے چلا۔ حضرت فرید الدین گنج شکر ؒ، شیخ بدرالدین غزنوی ؒ اور شاہ خضر قلندر رومی ؒ، ان کے علاوہ سلطان دہلی خواجہ شمس الدین التمش ؒ بھی آپ کے خلیفہ ہیں۔ کہتے ہیں وفات سے عرصہ قبل آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے۔ کوئی ملنے کے لئے آتا تو دیر بعد تکلف سے اس کیفیت استغراق سے واپس آتے۔ چند باتیں کرتے اور پھر استغراق میں چلے جاتے۔ (قارئین میں سے اکثر دوست گواہی دیں گے کہ آخر عمر میں ہمارے مخدوم حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی بھی ایسی کیفیت تھی) ربیع الاول کی چودھویں رات ۶۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوا اور اسی سال چودھویں شعبان کو سلطان شمس الدین التمش کا وصال ہوا۔ (اخبار الاخیار ص۶۱)

حضرت بختیار کاکی ؒ کے مزار مبارک سے بجانب شمال کچھ دور گئے تو وہاں پر بہادر شاہ ظفر کے محل کے کھنڈرات ہیں۔ پورا دن پھرتے رہیں تو محل کے کھنڈرات کو سمجھنا تب بھی مشکل ہو۔ چھتیں نہیں ہیں۔ دیواریں ہیں۔ سیڑھیاں ہیں۔ کمروں، در کمروں کے نشان ہیں۔ پورا محل عمدہ پتھر سے بنا ہے۔ مغل شہزادوں کی تعمیرات کے ذوق عالی کا مظہر ہے۔ مگر اس کی یہ زبوں حالی نہیں دیکھی جاتی۔ مجھے ساتھی لے گئے۔ چند مقام دیکھ کر واپس مین گیٹ پر آکر ساتھیوں کی انتظار میں کھڑا ہوگیا۔ جب انگریز نے گرفتاری کے وقت بہادر شاہ ظفر کی آل اولاد سے یہ کیا کہ ان کے سرکاٹ کر ناشتہ کے ٹرے میں رکھ دیئے۔ محل والوں سے یہ ہوا تو محل سے کیا ہوا ہوگا؟ آج محل کی حالت بیچارگی اس کے سرخ پتھروں کی طرح خون کے آنسو رلا دینے کے لئے کافی ہے۔ میاں انسان! اس دنیا میں اتنی وسعت اختیار کر، جتنا رہنا ہے۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس کا فکر کر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے۔

نسخہ جوہر زیتون
لعنت اللہ علی الکاذبین ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت
1500/- روپے
فوائد جوہر زیتون
جوہر زیتون
قائم شدہ 1950ء
شعبہ طب نبوی دارالخدمت
0308-7575888
0345-2366562

صیہونی تاریخ کے پوشیدہ اوراق ...... حالات حاضرہ کے تناظر میں

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

یہودیوں کی تاریخ، اسلام سے کئی سو سال پرانی ہے۔ اسلام کے ظہور کے وقت جزیرۃ العرب میں آتش پرست، بت پرست، مشرک، نصاریٰ، ستارہ پرست وغیرہ جو قومیں آباد تھیں۔ ان میں یہود بھی تھے۔ اسلام کے ظہور سے پہلے بھی دیگر اقوام کے ساتھ جو ان کی سرگذشت رہی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم ہمیشہ سے فتنہ وفساد کی عادی رہی ہے۔ قرآن پاک نے جگہ جگہ ان کی سرگذشت کا نقشہ کھینچا ہے جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ فتنہ وفساد ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ اس قوم نے بیشتر اپنے رہنما (انبیاء) کی نہ صرف یہ کہ تکذیب کی بلکہ بہت سے رہنماؤں (انبیاء علیہم السلام) کو قتل بھی کر ڈالا۔ یہاں تک کہ خدا سے جو عہد و پیمان کیا اس کو بھی توڑ ڈالا۔ چنانچہ ان کی اپنی فطری کج روی کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب نازل کیا اور ہمیشہ کے لئے یہ قوم مغضوب وملعون قرار پائی۔ آج بھی بغیر کسی دوسری قوم کے تعاون کے دنیا کی کوئی طاقت انھیں عزت نہ دے سکی نہ دے سکتی ہے۔

یہودیوں کی تاریخ جن لوگوں کے علم میں ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ جزیرۃ العرب اور بالخصوص فلسطین سے اخراج کے بعد اس بدنصیب قوم کو محض اس کے فطری شر وفساد کے باعث دنیا میں کہیں پناہ نہیں ملی۔ ان پر ڈھائی ہزار سال سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد بھی بشمول عیسائی دنیا کے تمام اقوام عالم نے ان کے ساتھ ہمیشہ ذلت وخواری کا معاملہ کیا۔ یورپ، آسٹریلیا، جرمنی، فرانس وغیرہ جس ملک میں بھی گئے۔ وہاں کے باشندوں نے ان کو ملک بدر کر دیا۔ اس کی بنیادی وجہ جو بھی بتائی جائے اس میں قدرے مشترک یہ بات ضرور پائی جاتی ہے کہ فساد اور بغاوت ان کی فطرت میں ہے۔ اسی لئے ہزار ہا ہزار بار تجربہ کے بعد کہا جاتا ہے کہ کسی بھی قوم کے لئے ان کی دوستی ان کی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے۔ مذہب اسلام نے روز اوّل سے ہی ان کی کج فطری کے باعث ان سے مکمل دوری بنا کے رکھا ہے۔ اس لئے کہ اسلام نام ہے اطاعت وفرمانبرداری کا جبکہ یہودیت نام ہے نافرمانی و بغاوت کا۔ لہٰذا نہ صرف یہ کہ یہ دونوں قومیں کبھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ دنیا کے جن مذاہب اور جن اقوام میں رائی کے دانہ کے برابر بھی انسانیت کا مادہ ہوگا۔ وہ اقوام بھی ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔

دور حاضر کے ہندوستان میں بعض سیاسی پارٹیوں نے انہیں گلے لگایا ہے۔ لیکن ان کی یہودیوں سے دوستی بھی محض مسلم دشمنی کی وجہ سے ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیا جائے کہ ان کے درمیان سے کچھ دیر کے لئے مسلمانوں کو ہٹا دیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ سیاسی پارٹیاں یہودیوں سے اسی طرح نفرت کریں گی جس طرح نفرت وحقارت کی وجہ سے عیسائیوں نے اپنے ممالک سے انہیں نکال باہر کیا تھا۔ بلاشبہ یہ سیاسی پارٹیاں یا اس قسم کے سیاسی لیڈران، اپنے ہی ہاتھوں لگائی ہوئی مسلم دشمنی کی آگ میں جھلس رہے ہیں۔ لیکن بہت زیادہ وقت نہیں گذرے گا کہ اسرائیل سے دوستی کے سبب یہ اپنی آنکھوں سے اپنی نسل کو تباہ ہوتے ہوئے دیکھیں گے اور اپنے

کئے پر پچھتائیں گے۔اے کاش!ایسے لوگ ماضی کی تاریخ سے عبرت پکڑتے۔

یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والی فطری عداوت کے تناظر میں ہنگری نژاد ’’ Theodor Herzl تھیوڈور ہرزل‘‘نامی ایک یہودی صحافی (۲مئی ۱۸۶۰ء۔۳جولائی ۱۹۰۴ء) نے اپنا ایک نظریہ قائم کیا اور ۱۸۹۵ء میں صیہونی تحریک کا منصوبہ پیش کیا اور یہودی ریاست کے نام سے (Der Judenstaat)ایک کتاب بھی لکھی جس کو اس نے ۱۸۹۶ء میں بحث ومباحثہ کے لئے منظرعام پر پیش کیا۔عظیم اسرائیل کا خواب بھی اسی صیہونی لیڈر نے یہودیوں کو سوجھایا۔۱۸۹۷ء میں اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سب سے پہلے سوئزرلینڈ میں مختلف ممالک کے یہودی دانشوروں کو جمع کر کے ان کو اپنے عقیدہ کے مطابق ’’ارض موعود فلسطین‘‘ کے حصول کے لئے آمادہ کیا۔ہرزل کے اس فکرونظریہ کو بین الاقوامی سطح پر یہودیوں کے درمیان بے حد مقبولیت ملی۔چنانچہ اس تحریک کے دانشور ممبروں نے ایک خاص منصوبہ بندی کے پیش نظر عالمی سطح پر اس کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا۔اس دوران یہودی دردر کی خاک چھانتے رہے اور’’ضربت علیهم الذلة و المسکنة‘‘ کا عملی مصداق بنے رہے۔لیکن اپنی سازشوں سے بازنہیں آئے۔حتیٰ کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران ۱۹۴۱ء میں نازی لیڈر ہٹلر نے ان کے خبث باطنی کے سبب کوشش کی تھی کہ ان کے وجود ہی سے دنیا کو پاک کردے۔لیکن کچھ کو چھوڑتے ہوئے ہٹلر نے کہا تھا کہ میں اور بھی بہت سے یہودیوں کو مار سکتا ہوں لیکن میں نے کچھ یہودوں کو چھوڑ دیا ہے۔تاکہ آپ بھی یہ جان سکیں کہ میں نے بہت سے یہودیوں کو کیوں مارا۔

الغرض یہودیوں کو پناہ کے لئے ایک مدت سے کسی جگہ کی تلاش تھی اور اس کے لئے وہ ہمیشہ فلسطین کا خواب دیکھتے رہتے تھے۔چنانچہ اس خطے میں آباد ہونے کے لئے ان سے جو بھی جدوجہد اور منصوبہ بندی ہوسکتی تھی اس میں ایک لمحہ کے لئے بھی انہوں نے غفلت نہیں برتی۔ ہر دور اور دنیا کے ہر ملک میں وہ اس کے لئے کوشاں رہے۔ان کے اس مقصد میں سب سے بڑی رکاوٹ ترکی کی خلافت عثمانیہ تھی۔ترکی سلطنت نے فلسطین میں آباد ہونے کی یہودیوں کی درخواست جب پائے حقارت سے ٹھکرا دی تو یہودیوں نے اس سلطنت کو اپنے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا اور اس کے خلاف انہوں نے ہر محاذ پر سازشوں کا جال بچھا دیا۔قادیانی اور یہودی تواریخ کا مطالعہ کر کے اگر یہودی سازشوں اور منصوبہ بندیوں کا نچوڑ مختصر لفظوں میں نکالنے کی بات کی جائے تو بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہودی سازشوں اور امیدوں کا دوسرا نام مرزاغلام احمد قادیانی اور’’جماعت احمدیہ‘‘ ہے۔انگریزوں اور یہودیوں نے اپنے مشترکہ مفاد کے تحفظ کے لئے مرزاغلام احمد کو سیالکوٹ کی کچہری میں منشی گیری کی نوکری سے اٹھایا اور ۱۸۸۰ء سے مذہبی رنگ وروپ میں دنیا کے منظرنامے پر اسے پیش کیا۔برطانیہ اور امریکہ کی مدد سے آہستہ آہستہ یہودی سازشیں پروان چڑھتی رہیں۔اپنی کامیابیوں کے زعم میں مرزا قادیانی نے ملکہ برطانیہ اور انگریزی حکومت کی اطاعت کو مذہبی فریضہ گردانتے ہوئے یہاں تک اعلان کردیا کہ:’’جیسے جیسے میرے ماننے والے بڑھیں گے ویسے ہی مسلمانوں میں سے جذبۂ حریت ختم ہوتی چلی جائے گی اور لوگ انگریزوں کے معتقد ہوتے چلے جائیں گے۔‘‘

اپنے اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے مرزا قادیانی نے مسیح موعود اور دعویٰ مہدیت کی آڑ میں بیشمار کتابیں بھی لکھیں جسے یہودیوں کے مالی تعاون سے فلسطین اور عرب علاقوں میں خوب تقسیم کیا گیا۔تاکہ مقامی لوگوں میں یہودیوں سے مزاحمت کی قوت ختم ہو جائے۔۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد اس کے گدی نشین بیٹے مرزا محمود نے لگاتار کئی دورے فلسطین کے کئے جس میں یہودی دانشوروں سے طویل خفیہ ملاقاتوں کے ذکر سے قادیانی تاریخ بھری پڑی ہے۔ان خدمات کے صلہ میں یہودیوں نے برطانوی پارلیمنٹ میں دعوت دے کر اس کی خوب پذیرائی کی۔یہودی اخبارات میں لمبے چوڑے تعریفی مضامین شائع کئے گئے۔دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ قادیانی جاسوسوں کے سبب خلافت عثمانیہ کے زیر نگیں،عرب اور یورپ کے خطوں میں کچھ ہی عرصہ میں زبردست سیاسی مد و جزر کا آغاز ہو گیا جس سے یہودیوں کو حصول مقصد کے تئیں کافی امیدیں بندھنے لگی تھیں۔خود قادیانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ خلافت عثمانیہ کے اختتام کے بعد بھی انہیں اپنے مقصد میں کامیابی اس وقت ملی جب فلسطین کو قادیانیوں نے پورے طور پر اپنی جاسوسی کی جکڑ بندیوں میں لے لیا۔چنانچہ یہودیوں کو طویل جد جہد کے بعد اسرائیل کے نام سے عربوں کے درمیان جب حکومت ملی تو خوشی میں انہوں نے جو جشن منایا اور عربوں کے خون سے ہولیاں کھیلیں وہ اپنی جگہ۔اہم بات یہ ہے کہ سقوط بغداد و فلسطین پر قادیانیوں نے بھی قادیان میں خوب جشن منایا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ بغداد اور فلسطین کے سقوط پر دنیا کی یہ واحد قوم ہے جس نے یہودیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی میں جشن منایا۔

۱۹۳۶ء میں ہندوستان ابھی آزاد بھی نہیں ہوا تھا۔لیکن فلسطینیوں سے اظہار یکجہتی کے لئے اس نے یوم فلسطین منایا اور اس میں پورا ملک شریک ہوا۔ہندوستان کے صف اوّل کے لیڈر مہاتما گاندھی کا کہنا ہے کہ:”فلسطین عربوں کا ہے۔جیسے انگلینڈ انگریزوں کا اور فرانس فرنچ کا ہے۔عربوں پر یہودیوں کو تھوپنا غلط اور ناقابل قبول ہے۔“

یہ عجیب بات ہے کہ بشمول ہندوستان کے دنیا کے تمام سیاسی یا غیر سیاسی لیڈر فلسطین پر یہودیوں کی موجودہ آبادی کو ناجائز اور غصب قرار دیتے ہیں۔لیکن ہندوستان میں ہی جنم بھومی رکھنے والے احمدیہ جماعت کے قادیانی قلم کار اس کو”انقلاب“ سے یاد کرتے ہیں۔چنانچہ ایک قادیانی تاریخ نگار نے لکھا ہے کہ:”انقلاب ۱۹۴۸ء سے پہلے فلسطین کے مندرجہ ذیل مقامات پر احمدی موجود تھے۔کبابیر،حیفا،عکا،بیت المقدس،ناصرہ،نابلس،طیرہ،ام الفحم، عین غزال،جبع،برجا،طول کرم،کفر لام،رنج،بیسان،طبریا،ترشیحا،صفد،لدٰ،رملہ،یافا“(تاریخ احمدیت ج۴ ص۵۸۷)

گویا قادیانی سرگرمیوں کا وہ خطہ سرگرم مرکز تھا۔مگر آپ کو حیرت ہوگی کہ اس بھیانک فساد میں جس میں کہ عربوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔قادیانیوں کو خراش تک نہیں آئی۔فسادات سے پہلے ہی محفوظ مقامات پر قادیانی جماعتیں منتقل کر دی گئیں۔

فلسطین پر قبضہ کے وقت یہودیوں نے عربوں کا کتنا خون بہایا۔اس لرزہ خیز تاریخ سے آج بھی بچہ بچہ واقف ہوگا۔دیر یاسین نامی صرف ایک گاؤں کا قصہ قادیانی قلم کار نے لکھا ہے کہ:”تین سو کی مسلم آبادی میں راتوں رات یہودیوں نے ایک بچے کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔عورتوں اور مردوں کو اس طرح قتل کیا کہ کوئی ثبوت نہ رہ

جائے۔"ان انسانیت سوز کارناموں کی تمام ہی اخبارات نے نقاب کشائی کی ہے۔لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ جس فعل مذموم کو دنیا میں انسانیت سوز کہا جاتا ہے۔اس کے عوض قادیانیوں پر کیا کیا نوازشیں ہوئیں۔قادیانی تاریخ نگار کے قلم سے اس کی کچھ جھلکیاں ملاحظہ کیجئے۔وہ لکھتا ہے:

"حکومت اسرائیل کے پریزیڈنٹ (اسحاق بن صفی) نے آپ (محمد شریف ہیڈ مرزائی مقیم فلسطین) کو پیغام بھیجا کہ اپنے وطن روانہ ہونے سے پہلے مجھے مل کر جائیں۔چنانچہ آپ نے ان کی دعوت قبول کر لی اور ۲۸ نومبر ۱۹۵۵ء کو ان سے ملاقات کی۔اس تقریب کا فوٹو بھی لیا گیا جو دنیا کے مختلف ممالک میں شائع ہوا۔" (تاریخ احمدیت ج ۳ ص ۵۸۷)

یہ وہی محمد شریف قادیانی ہیں جنہیں مرزا محمود نے اپنا خصوصی گماشتہ بنا کر قادیان سے فلسطین بھیجا تھا۔ فلسطین پر یہودیوں کے قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد یہودیوں کی معاونت کے لئے یہ وہیں مقیم رہے۔آج بھی حیفہ اور کبابیر میں قادیانیوں کے مراکز ہیں۔یہودی فوج میں قادیانیوں کی اچھی خاصی تعداد ہے۔قادیانیوں کو وہاں وہ خصوصی حقوق حاصل ہیں جو دیگر اقوام کو نہیں۔کیا سرزمین فلسطین کے تئیں قادیانی تاریخ کا یہ سیاہ ترین باب، یہودیوں اور ہندوستانی قادیانیوں کے تئیں نرم گوشہ رکھنے والی سیاسی جماعتوں کے لئے عبرت وموعظت کا درس نہیں؟

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے

لندن: برطانیہ: عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس عقیدہ کا انکار اسلام کا انکار ہے۔قرآن نبی کریم ﷺ کو آخری نبی قرار دیتا ہے۔جبکہ دوسو سے زائد احادیث مبارکہ اس عقیدہ کے اثبات پر شاہد ہیں۔ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں۔دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی بجائے مسلم امہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اعلیٰ دینی تعلیم کا نصاب متعارف کرائے۔تاکہ ان عصری تعلیم گاہوں سے فارغ التحصیل طلباء اسلامی تعلیمات پر مکمل عبور رکھنے والے اسکالر بن سکیں۔انہوں نے برطانیہ کے مسلمانوں سے ۷ ستمبر بروز اتوار کو برمنگھم میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اپیل کی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا نے جمعۃ المبارک کے خطبہ میں فرمایا کہ دنیا کا کوئی مذہب اسلام سے بڑھ کر امن وآشتی کا داعی نہیں۔دہشت گردی کے اسباب وعوامل کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔اسلام نے کبھی دہشت گردی کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔انہوں نے کہا کہ منکرین ختم نبوت مغربی ممالک میں مسلمانوں کے خلاف مذموم پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن حضرت مولانا مفتی خالد محمود نے نماز جمعہ کے مجمع کثیر سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے علمائے کرام کا ساتھ دینا چاہئے۔قادیانیوں سے ہماری ذاتی دشمنی نہیں ہے بلکہ اسلام اور قادیانیت کا اختلاف ایک اصولی اختلاف ہے جس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کے علمائے کرام یہاں آکر اپنے مسلمان بھائیوں کو منکرین ختم نبوت کے دجل وفریب سے آگاہ کرتے ہیں اور قادیانیوں کے عقائد ونظریات کا پردہ چاک کرتے ہیں۔

قادیانی فرقہ ...... میر جعفر اور میر صادق کے روپ میں

مولانا انصار اللہ قاسمی، دیوبند

۱۵ راگست کے موقع سے ملک (ہندوستان) کے مختلف شہروں اور گلی کوچوں میں جنگ آزادی کی تقاریب منائی جارہی ہیں۔ آزادی یقیناً انسان کی فطری ضرورت ہے۔ ایک معمولی بے زبان جانور جب سونے کے پنجرہ سے رہا ہوکر کھلی اور آزاد فضا میں سیر وسیاحت کو اپنی سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہے۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے آزادی کی نعمت کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ عموماً کسی اچھے اور خوشگوار موقع پر برائی کے تذکرہ سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے اور محفل کا مزہ کرکرا ہوجاتا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کائنات بھی تو اضداد کا مجموعہ ہے۔ جب تک کسی چیز کی ضد نہ بتائی جائے بات واضح نہیں ہوگی۔ محبت کا جام پینے کے لئے نفرت کے تلخ گھونٹ بھی پینے پڑتے ہیں۔ آگ اور پانی کی اہمیت وافادیت سمجھنے کے لئے دونوں کے فائدہ ونقصان کو واضح کرنا ضروری ہے۔ غرض یہ کہ چیزوں کی ضرورت وافادیت ان کی اضداد سے سمجھ میں آتی ہے: ''الاشیاء تتبین باضدادھا''

جنگ آزادی کے تذکرہ میں غداران وطن کی بے وفائی اور دغابازی اگر نہ بتائی جائے تو آزادی کے سورماؤں کی وفاداری وجانثاری کیونکر واضح ہوسکتی ہے؟ آزادئ وطن کے لئے سلطان سراج الدین الدولہؒ اور سلطان ٹیپوؒ کی سرفروشانہ جدوجہد کا تذکرہ، میر صادق اور میر جعفر جیسے ضمیر فروشوں کے بغیر کیسے پورا ہوسکتا ہے؟ جنگ آزادی میں غداری اور بے وفائی کے حوالہ سے صرف میر جعفر اور میر صادق ہی معروف نہیں ہیں۔ بلکہ آزادی وطن کی تاریخ میں کچھ ایسے گروپ اور نام نہاد تحریکوں کے نام بھی مذکور ہیں جنہوں نے مذہبی تحریک کا لبادہ اوڑھ کر انگریزوں سے وفاداری کا رول ادا کیا۔ قادیانی فرقہ کے وجود اور اس کے ظہور کے پس منظر پر جن کی گہری اور پختہ نظر ہے۔ وہ قادیانی فرقہ کے اس شرمناک کردار کو بہتر طور پر جانتے ہیں۔ مگر چونکہ آج یہ فرقہ دین ومذہب کے نام پر اپنی ارتدادی سرگرمیاں چلا رہا ہے۔ اس لئے ہمارے دانشور طبقہ کو یہ غلط فہمی ہے کہ علماء اسلام کا اس فرقہ سے اختلاف کی نوعیت صرف ''منبرومحراب'' کی جنگ ہے اور مسلمانوں کا اس سے صرف مذہبی اختلاف ہے۔ اس لئے اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے برطانوی سامراج سے قادیانی گروہ کی وفاداری اور ملک سے غداری کو واضح کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اس سلسلے میں چند اشارات اس طرح ہیں:

۱...... ۱۸۵۷ء کا ہنگامۂ آزادی وطن کی جدوجہد میں ''ٹرننگ پوائنٹ'' کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں آزادی کے سورما کامیاب نہیں ہوئے۔ لیکن انگریز سامراج کو باشندگان وطن کے جذبہ آزادی کا بخوبی احساس ہوگیا۔ مسلمان اس جنگ آزادی کے میر کارواں اور روح رواں تھے۔ آزادی کے لئے جذبہ جانثاری اور وفاداری کی بے نظیر مثال انہوں نے قائم کی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے حقیقی اسباب اور بنیادی محرکات کی تحقیق وتفتیش کے سلسلہ میں برطانوی سامراج کے زیر نگرانی دو رپوٹیں مرتب ہوئی۔ ایک ہنٹر رپورٹ اور دوسری مشنری فادرز

رپورٹ کے نام سے منظر عام پر آئی۔

ہنٹر رپورٹ میں بتایا گیا: ''جہاد ہی وہ نظریہ ہے جو ان (مسلمانوں) کے شدید جوش، تعصب، تشدد اور قربانی کی خواہش کی بنیاد ہے۔ اس قسم کا عقیدہ انہیں ہمیشہ حکومت کے خلاف متحد کر سکتا ہے۔'' (قادیان سے اسرائیل تک ص۲۳) اور مشنری فادرز رپورٹ میں کہا گیا: ''ملک (ہندوستان) کی آبادی کی اکثریت اندھا دھند اپنے پیروں یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے۔ اگر اس مرحلہ میں ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس بات کے لئے تیار ہو کہ اپنے لئے ظلی نبی (نبی کے حواری) ہونے کا اعلان کرے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہو جائے گی۔ لیکن اس مقصد کے لئے مسلمان عوام سے کسی شخص کو ترغیب دینا بہت مشکل ہے۔ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔'' (حوالہ سابق ص۲۵)

ہنٹر رپورٹ میں برطانوی سامراج کے استحکام کو لاحق جس خطرہ اور اندیشہ کی نشاندہی کی گئی ہے اس کی نوعیت چونکہ مذہبی تھی۔ اس لئے دوسری رپورٹ میں مذہبی اور روایتی اعتبار سے اس کا علاج تجویز کیا گیا۔ اس طرح ملک میں ''مذہبی تخریب کاری پروگرام'' ترتیب دیا گیا۔ تاکہ عوام کو مذہبی عقیدوں میں الجھا کر اور ان کے دینی جذبات سے کھلواڑ کر کے غلامی و محکومی کے خلاف ان کی غیرت و حمیت کو کم اور ختم کیا جائے۔

۲...... قادیانی فرقہ کا بانی اور پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب انڈیا کا ایک گمنام شخص تھا۔ اس نے ۴ سال (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء) ڈپٹی کمشنری سیالکوٹ کی کچہری میں معمولی ملازمت کی۔ مرزا قادیانی کا خاندان خود بھی انگریزوں کا خیر خواہ اور وفادار تھا۔ اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں اس شخص نے لکھا ہے: ''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر انگریزی سرکار کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔'' (خزائن: ۱۳/۳۴۴) اپنے اس مخصوص خاندانی پس منظر اور دوران ملازمت انگریز حکومت کے تئیں اپنی مخلصانہ خدمات خصوصاً اہم پادریوں سے مناظرہ اور بحث و مباحثہ کے بہانہ خصوصی خفیہ ملاقاتیں۔ یہ ساری چیزیں مرزا قادیانی کو برطانوی سامراج کا منظور نظر بنانے میں معاون و مددگار ثابت ہوئیں۔ پھر برطانوی سامراج کے استحکام کے لئے مرتب کردہ مذہبی تخریب کاری پروگرام کو چلانے میں ''کو آرڈینیٹر'' کی حیثیت سے اس شخص کا انتخاب آسان ہو گیا۔

مذہبی مناظروں کے عنوان پر جن پادریوں سے مرزا قادیانی کا بحث و مباحثہ ہوتا تھا۔ ان میں ایک اہم نام پادری بٹلر کا ہے۔ یہ پادری برطانوی حکومت کی خفیہ ایجنسی کا اہم اور بااثر افسر تھا۔ لیکن وہ مبلغ کے روپ میں برسر خدمت تھا۔ اپنی ملازمت سے فراغت کے بعد پادری بٹلر کی وطن واپسی کا وقت آیا تو اس پادری نے مرزا قادیانی سے آخری الوداعی ملاقات کرنا ضروری سمجھا۔ قادیانی فرقہ کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے

اپنے خطبہ میں اس خفیہ ملاقات کا تذکرہ اور اس پر تبصرہ اس طرح کیا ہے: ''اس وقت پادریوں کا بہت رعب تھا۔ لیکن جب سیالکوٹ کا انچارج مشنری ولایت جانے لگا تو حضرت (مرزا قادیانی) کے سامنے کے لئے خود کچہری آیا۔ ڈپٹی کمشنر اس کے استقبال کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ کس طرح تشریف لائے۔ کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں گے۔ مگر اس نے کہا میں صرف آپ کے اس منشی سے ملنے آیا ہوں۔ یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ کے مخالف بھی تسلیم کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا جوہر ہے جو قابل قدر ہے۔'' (قادیانی اخبار الفضل قادیان: ۲۴ر اپریل ۱۹۳۴ء)

یہاں پر قابل غور اور لائق توجہ سوال یہ ہے کہ ایک بڑے بااثر افسر کو ایک معمولی منشی سے کیا رشتہ اور کیا واسطہ کہ وطن واپسی سے قبل مرزا قادیانی سے آخری ملاقات کو اس نے خاص اہمیت دی؟ بقول منشی منولال صفا کے:

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستم گاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

اس ملاقات کے بعد مرزا قادیانی کا ملازمت سے استعفیٰ دینا اور قادیان جا کر تصنیف وتالیف کا پیشہ ومشغلہ اختیار کرنا۔ یہ باتیں ایسی خصوصی اور خفیہ ملاقاتوں سے پردہ اُٹھاتی ہیں اور یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اب تک کی مختلف ملاقاتوں میں طے شدہ امور ومعاملات کو قطعیت دے دی گئی۔ تصنیف وتالیف اور مناظروں کے ذریعہ مرزا قادیانی نے برطانوی سامراج کے استحکام کے لئے پورے جوش وجذبہ کے ساتھ خدمات انجام دیئے اور بجا طور پر انگریز حکومت کے تئیں مرزا بشیر الدین محمود کے بقول ''ایک قابل قدر جوہر'' ثابت ہوا۔ ایک مرتبہ مرزا قادیانی نے انگریز حکومت کے دربار میں اپنے اور جماعت کے لئے توجہ وعنایت کی درخواست پیش کی اس میں پوری صراحت اور صفائی کے ساتھ اپنی پہچان وشناخت کرواتے ہوئے لکھا: ''یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربے سے ایک وفادار، جاںنثار خاندان ثابت کر چکی اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی۔ جبکہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کی خیر خواہ اور خدمت گزار ہے۔ اس خودکاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم واحتیاط اور تحقیق وتوجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔'' (مجموعہ اشتہارات: ۳ر۲۱) اس میں شک نہیں کہ اس درخواست میں مرزا قادیانی نے اپنی حقیقت اور حیثیت بتلانے میں پوری ایمانداری سے کام لیا اور ''خودکاشتہ پودہ'' کا جملہ کہہ کر انصاف پسند اصحاب کو ایک معیار دیا کہ وہ اس کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ قادیانی فرقہ کس کا پیدا کردہ اور کس کا پروردہ ہے؟۔

۳...... سیالکوٹ کچہری میں ملازمت سے استعفیٰ دراصل انگریز حکومت کی جانب سے گرین سگنل تھا کہ مرزا قادیانی کا جس مقصد ومشن کے لئے انتخاب ہوا تھا اس کا باضابطہ آغاز کیا جائے۔ چنانچہ مذہبی تخریب کاری پروگرام کے سلسلہ میں تیار کردہ ''روڈ میپ'' کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی نے برطانوی سامراج کے استحکام اور دوام کے لئے جو خدمات انجام دیئے۔ وہ اس طرح ہیں:

الف...... ہنٹر رپورٹ میں نظریہ جہاد کو برطانوی حکومت کے لئے خطرہ بتایا گیا اور مشنری فادرز رپورٹ میں ظلی نبوت کو اس کا علاج کہا گیا۔ پروگرام کے مطابق مرزا قادیانی نے جھوٹی اور جعلی نبوت کا دعویٰ کیا۔ دعویٰ کے ساتھ ہی اپنے من گھڑت اور پراگندہ افکار کو وحی والہام کا نام دے کر فریضہ جہاد کی حرمت ومنسوخی کا اعلان کردیا۔ لکھا ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔۔۔ دین کے لئے حرام ہے اب جنگ وقتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے ۔۔۔ دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے ۔۔۔ دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(خزائن:۱۷/۷۷،۷۸)

ایک جگہ اس شخص نے اپنی جماعت کی خصوصیت یوں بیان کی کہ:''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے۔ ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار ہے۔''(مجموعہ اشتہارات:۳/۱۹)

ب...... ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' یہ انگریزی سامراج کی حکومت کے بقاء وتحفظ کے سلسلہ میں قدیم پالیسی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس پالیسی کی پابندی کرتے ہوئے اپنے منصوبہ بند مناظروں کے ذریعہ مسلمان اور برادران وطن کے درمیان تفریق اور دوری پیدا کردی۔ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہونے والے نام نہاد مذہبی مناظروں کی وجہ سے انگریزوں کے خلاف مسلمانوں اور ہندوؤں کی متحدہ جدوجہد مذہب کی بنیاد پر تقسیم ہو کر رہ گئی۔ آریہ سماج، ہندوؤں میں ایک ترقی پسند تحریک تھی۔ سوامی دیانند سرسوتی اس کے بانی تھے۔ انہیں سنسکرت اور مادری زبان کے علاوہ اردو، پنجابی، فارسی وغیرہ دیگر زبانوں سے واقفیت تھی۔ ہندوؤں کا تعلیم یافتہ طبقہ اس تحریک سے مربوط تھا۔ اس تحریک کے پیروکار لالہ اجیت رائے، ڈاکٹر گوپی چند بھارگو، ڈاکٹر سینوپال، اور دیگر حضرات پنجاب میں انگریز حکومت کے خلاف برسرپیکار تھے۔ مرزا قادیانی نے اپنے عامیانہ ذوق اور بے ہودہ پن مزاج کے مطابق اس تحریک کو، اس کے بانی کو اور عام ہندوؤں کو اپنی سب وشتم، طعن وتشنیع، اور لعنت وملامت کا نشانہ بنایا۔ ایک جگہ آریہ سماج کے بارے میں لکھا ہے:''دہریوں کے بعد دنیا میں آریوں سے بدتر اور کوئی مذہب نہیں۔''(بحوالہ تحریک ختم نبوت:۱۳۲ شورش کاشمیری) ویدوں کے متعلق اس نے لکھا کہ:''اس قدر لغو بیانی تو مجانین اور مسلوب الحواس کے کلام میں بھی نہیں ہوتی۔''(حوالہ سابق) مزید ہندوؤں کے بارے میں کہا ہے کہ:''ہندوؤں کا پرمیشر آپ ہی لوگوں کو بدفعلی اور پلیدی میں ڈالنا چاہتا ہے۔''(حوالہ سابق)

مرزا غلام احمد قادیانی کی دعوت پر آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی مباہلہ کے لئے گورداسپور (مرزا قادیانی کا ضلع) آئے اور کئی دن مرزا قادیانی کے انتظار میں گزارے۔ لیکن مرزا کو مقابلہ میں آنے کی ہمت وجرأت نہیں ہوئی۔ ۳۰/اکتوبر ۱۸۸۳ء کو سوامی دیانند انتقال کرگئے تو مرزا قادیانی نے فوراً اس کو اپنی پیشین گوئی قرار دیا۔ اس سے آریہ سماج کے لوگوں میں نفرت ودشمنی کے جذبات بھڑک اٹھے۔

سوامی دیانند سرسوتی کے پیروکار پنڈت لیکھ رام نے مرزا قادیانی کے الہامات وپیشین گوئیوں کو چیلنج کیا۔ یہاں پر بھی مرزا قادیانی حسب عادت پیچ تاب کھائے اور ادھر ادھر کی ہانکنی شروع کر دی۔ پنڈت لیکھ رام کے مقابلہ پر آنے کے لئے انہیں: ''سانپ سونگھ گیا۔'' جب لیکھ رام نے بہت زیادہ ہی زچ اور پریشان کرنا شروع کیا تو مرزا نے ۱۸۹۳ء میں اس کے قتل کی پیشین گوئی کر دی۔ چنانچہ ۶؍مارچ ۱۸۹۷ء میں پنڈت جی کا قتل ہو گیا۔ مرزا قادیانی پر قتل کا مقدمہ چلا۔ غرض یہ کہ اس قتل سے ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ ہندو مسلم فساد کی بنیاد پڑ گئی اور باہمی تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گئی۔ پھر یہ دوریاں اور فاصلے اتنے بڑھ گئے کہ ہندو مسلم اتحاد ایک خواب وخیال بن کر رہ گیا۔

ہندوؤں کے متعلق مرزا قادیانی کے سب وشتم کے ردعمل میں سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' میں ۲؍ابواب خصوصی طور پر شامل کئے گئے۔ جن میں (نعوذ باللہ) رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور دل آزار تحریریں لکھی گئیں۔ یہ ابواب سوامی دیانند کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ انہوں نے کتاب کے صرف ۱۲؍ابواب لکھے۔ تیرھویں اور چودھویں باب کا اضافہ ان کے بعد کیا گیا۔ اس طرح رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی وبے ادبی اور دل آزار تحریروں کا محاذ کھولنے کا سبب بھی مرزا قادیانی بنا۔ اس شخص نے ہندو رہنماؤں کو گالیاں دے کر آریہ سماج کے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے خلاف دریدہ دہنی کا حوصلہ دیا اور سب وشتم کا چسکہ لگایا۔ غرض یہ کہ مرزا قادیانی انگریز سامراج کی عین خواہش یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں میں ٹکراؤ وتصادم کو پورا کر دکھایا۔

ج...... مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہبی مناظرے ''ایک تیر دو شکار'' کا مصداق ثابت ہو رہے تھے۔ صداقت اسلام کے نام پر ان نام نہاد مناظروں سے ایک طرف ہندوستان کے مختلف فرقوں میں دوریاں پیدا ہو رہی تھیں تو دوسری طرف یہی مناظرے انگریز سامراج کے خلاف باشندگان وطن کی متحدہ جدوجہد کا رخ بھی تبدیل کر رہے تھے اور جنگ آزادی پر مذہبی جنگ (یدھ دھرم) کا رنگ چڑھ گیا۔ علماء اسلام نے آزادیٔ وطن کی جدوجہد کو جہاد کا درجہ دے کر برطانوی سامراج کے خلاف مسلمانوں کے خون کو گرمایا اور وطن کے لئے جانثاری اور جانبازی کا جذبہ اور حوصلہ ان میں پیدا کیا۔ برخلاف مرزا قادیانی کے مذہبی مناظروں کے کہ اس کی وجہ سے جنگ آزادی کا پورا منظر نامہ ہی تبدیل ہو گیا۔ حریت پسندی اور قومی اتحاد ویکجہتی کی جگہ مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی غالب آ گئی۔

۴...... ہندوستان کی آزادی کی ۵۰ ویں سالگرہ کے موقع پر ''آزادیٔ ہند اور جماعت احمدیہ'' نامی کتاب منظر عام پر آئی۔ کتاب کے مصنف قادیانیت کے ترجمان 'ہفت روزہ البدر'' قادیان کے ایڈیٹر منیر احمد خادم ہے۔ کتاب کیا ہے؟ دجل وتلبیس اور دھوکہ وفریب کا ایک نادر نمونہ ہے۔ کتاب کے مصنف نے آزادیٔ ہند کے لئے جماعت احمدیہ (قادیانی فرقہ) کی خدمات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ جماعت احمدیہ نے آزادیٔ ہند کے لئے جو کوششیں کی ہیں۔ ان میں بنیادی طور پر تین اہم عناصر کارفرما ہیں:

۱...... ایک تو تمام ہندوستانی اقوام کا باہم اتفاق واتحاد اور سیاسی مساوات ورواداری۔ ۲...... دوسرے حصول آزادی میں عدم تشدد اور حلم ونرمی اور جوش کے بجائے ہوش اور عقل کا استعمال۔ ۳...... تیسرے چھوت چھات یا کسی کو حقیر سمجھنے کا خاتمہ۔

ہندوستانی اقوام میں باہم اتحاد واتفاق کے سلسلہ میں قادیانی فرقہ کی خدمات کا اندازہ مرزا قادیانی کے مذہبی مناظروں اور دشنام طرازی سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ رہی بات سیاسی مساوات ورواداری کی تو یہ دراصل قادیانیت کے نفاق اور دورخی پالیسی کا دوسرا نام ہے۔ ملک کی آزادی سے پہلے قادیانی فرقہ کانگریس کا شدید مخالف تھا۔ ہندوستان کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو قادیانیت کی شرانگیزی اور فتنہ پردازی کا بھرپور احساس تھا۔ اس احساس کا انکشاف کرتے ہوئے مرزا بشیرالدین محمود نے اپنے خطبہ میں کہا: ”پنڈت نہرو جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہوں نے اسٹیشن پر اتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں ان میں ایک یہ تھی کہ میں نے اس سفر یورپ میں یہ سبق حاصل کیا ہے کہ اگر انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے احمدیہ جماعت کو کمزور کیا جائے۔“ (اخبار الفضل قادیان ۱۶؍اگست ۱۹۲۵ء)

جہاں تک سوال ہے حصول آزادی میں تشدد اور نرمی کا۔ اس طرح کی باتیں لکھنے اور کہنے کی حد تک تو بہت بھلی، دانشمندی اور دانشوری کی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن جہاد وشہادت اور قربانی کے میدان میں ان کی حیثیت ”لوریوں“ سے زیادہ نہیں ہے۔ اصل میں انگریز سامراج کے ساتھ اپنی خوشامدانہ اور چاپلوسی کی پالیسی کو عدم تشدد اور رواداری کے پردہ میں چھپانے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر چیز کا موقع محل ہوتا ہے۔ ہر جگہ اور ہمیشہ ایک ہی بات کی رٹ نہیں لگائی جاتی اور ایک ہی چیز کی راگنی نہیں گائی جاتی۔ اگر اقتدار اور اختیار ہمارا ہو تو عدم تشدد اور نرمی کی پالیسی افضل اور بہتر ہے۔ لیکن جب مرحلہ ظالم وجابر طاقتوں سے پنجہ آزمائی اور فتنہ وفساد کے خاتمہ کا ہو تو جبر وتشدد اور سختی لازمی ضرورت بن جاتی ہے۔ ایسے موقع پر باغیرت اور زندہ ضمیر رکھنے والا انسان شہادت وقربانی کو اپنے لئے سب سے بڑی سعادت اور فضیلت سمجھتا ہے۔ پھر یہ کہ دنیا میں انقلابات کی تاریخ گواہ ہے کہ کوئی بھی انقلاب خالص عدم تشدد اور نرمی سے نہیں آیا۔ تاریخ کا سب سے پرامن انقلاب ”فتح مکہ“ ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے لئے عام معافی کا اعلان کردیا۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر بعض کفار مکہ کی نشاندہی فرمائی کہ اگر وہ کعبہ کے غلاف میں بھی لپٹے ہوئے ہوں تو انہیں قتل کردیا جائے۔ اس کو تشدد ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ یہ دشمن اور ظالم کے حق میں سراسر رحمت اور رحمدلی ہے۔

اس کے علاوہ کتاب ”آزادی ہند اور احمدیہ جماعت“ کے مصنف کو خود اپنے فرقہ کی تعلیمات اور تاریخ پر نظر ہونی چاہئے۔ تحریک ختم نبوت کے رہنما اور کارکنان قادیانی فرقہ کے اس جبر وتشدد کو کیا بھلا سکتے ہیں جو قادیانیوں نے پاکستانی حکومت میں کلیدی عہدوں پر فائز ہوکر ان پر کیا ہے؟ مرزا قادیانی نے اپنے زمانہ میں مخالفین کی موت اور قتل کی پیشین گوئیاں کرکے رحمدلی، نرمی اور رواداری کی ”ایک اعلیٰ مثال“ اچھوتا اور انوکھا معیار اپنے پیروکاروں کے لئے چھوڑا ہے۔ آج قادیانی فرقہ کے پاس اقتدار اور غلبہ نہیں۔ اس لئے وہ عدم تشدد اور نرمی کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ کل اگر ان کی حکومت ہوگی تو کیا ہوگا؟ قادیانی فرقہ کے دوسرے سربراہ مرزا بشیرالدین محمود

اس کے جواب میں کہتا ہے: ’’حکومت ہمارے پاس نہیں کہ ہم جبر کے ساتھ لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر یا مسولینی کی طرح جو شخص ہمارے حکموں کی تعمیل نہ کرے اسے ملک بدر کردیں اور جو ہماری باتیں سننے اور ان پر عمل کرنے پر تیار نہ ہو۔ اسے عبرتناک سزا دیں۔ اگر حکومت ہمارے پاس ہوتی تو ہم ایک دن کے اندر اندر یہ کام کر لیتے۔‘‘

(قادیانی اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲؍جون ۱۹۳۶ء)

غرض یہ کہ عدم تشدد اور رواداری نہیں بلکہ اپنی پرفریب اور دورنگی پالیسی کی وجہ سے قادیانی رہنماؤں نے آزادیٔ وطن کے ہر موڑ اور مورچہ پر ملک کے تمام ہندو، مسلم سیاسی قائدین کے خلاف اپنا الگ موقف اختیار کیا۔ تحریک ترک موالات، سول نافرمانی میں ان لوگوں نے شرکت نہیں کی۔ آزادیٔ ہند کے نام پر اس فرقہ کے سربرآوردہ لوگوں کی جو بھی خدمات تھیں۔ وہ صرف اس لئے تھی کہ قادیان کو الگ مستقل ریاست اور مملکت کی حیثیت مل جائے۔ ویٹی کن سٹی جیسی مذہبی ریاست کا درجہ اس کو مل جائے جس طرح عرب خطہ میں صیہونی ریاست اسرائیل کا غیر قانونی ریاست کا قیام کے لئے تمام حربے اور ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ ہندوستان میں جب اس کے امکانات موہوم ہوگئے تو پڑوسی ملک میں صوبہ بلوچستان کو قادیان اسٹیٹ بنانے کے لئے گندہ سیاسی کھیل کھیلا گیا۔ لیکن جب یہاں سے دیس نکالا ہوا قادیانی ریاست کی تشکیل ایک خواب وخیال بن گئی۔ تفصیل کے ملاحظہ ہو کتاب ’’قادیان سے اسرائیل تک‘‘

کتاب مذکور میں آزادیٔ ہند کے لئے قادیانی خدمات کا خلاصہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ: ’’پس حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے آزادیٔ ہند کی وہ لڑائی جس میں جہاں ایک طرف ٹھوس اور تیز دلائل کی تلوار ہے تو دوسری طرف عدم تشدد اور حکمت عملی کی مضبوط اور نفع بخش ڈھال ہمیں نظر آتی ہے۔‘‘ (ص:۲۶) ’’دلائل کی تلوار‘‘ اور حکمت عملی کی مضبوط ونفع بخش ڈھال یہ جملے بتاتے ہیں کہ آزدیٔ وطن میں قادیانی فرقہ کی جدوجہد صرف ’’زبانی جمع وخرچ‘‘ ہے۔ جدوجہد کے میدان میں جانثاری اور سرفروشی سے اس فرقہ کا کوئی واسطہ اور رشتہ رہا نہیں۔ عالمی استعماری طاقتوں کی بساط سیاست پر یہ لوگ شطرنج کے مہرے ہونے کی وجہ سے ’’حکمت عملی کی مضبوط اور نفع بخش ڈھال‘‘ آج بھی ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔

غرض یہ کتاب ’’آزادیٔ ہند اور جماعت احمدیہ‘‘ کے مطالعہ کے بعد میری زبان پر قرآن مجید کی آیت کا ٹکڑا آ گیا کہ: ’’ویحبون ان یحمدو بمالم یفعلوا ‘‘(وہ ایسے کاموں میں اپنی تعریف چاہتے ہیں جس کو انہوں نے نہیں کیا۔ آیت کا یہ مفہوم ومعنی کتاب کا ماحصل اور خلاصہ ہے)

کسی بھی فرد اور گروہ کی پہچان وشناخت اس کے عقیدہ ومذہب سے ہوتی ہے۔ جو اپنے مذہب سے بغاوت کردے بھلا وہ اپنی قوم اور اپنے ملک سے کیا وفاداری کریں گے؟ قادیانیت دراصل اسلام سے بغاوت کا نام ہے۔ اس کے پیروکار ملک وملت کے وفادار کبھی نہیں ہوسکتے۔ اس لئے ملک وملت کے غدار چاہے جس رنگ وروپ میں ہوں۔ ملک کی یکجہتی اور قومی سلامتی کے لئے خطرہ ہیں۔ اس سے ہوشیار اور آگاہ رہنے کی ضرورت ہے۔

احتساب قادیانیت جلد۵۴ کا مقدمہ

مولانا اللہ وسایا

الحمدللہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ ۰ امابعد!

اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے احتساب قادیانیت کی جلد چون (۵۴) پیش خدمت ہے۔اس میں مندرجہ ذیل حضرات کے رسائل وکتب شامل اشاعت ہیں:

۱...... خطبہ صدارت، تحفظ ختم نبوت کانفرنس دہلی:

۲۰رجون ۱۹۹۸ء کو عیدگاہ ویکم جعفر دہلی کے عظیم الشان گراؤنڈ میں آل انڈیا تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔کانفرنس کا صدارتی خطبہ امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ (و۶رفروری ۲۰۰۶ء) صدر جمعیت علماء ہند نے ارشادفرمایا۔اس جلد میں یہ پیش خدمت ہے۔

۲...... مناظرۂ دلپسند (۱۳۴۶ھ) ملقب بدولقب تاریخی (لقب اوّل) فتح مسیح فرار مرزائی (۱۳۴۶ھ)(لقب ثانی) حیات ممدوح جہاں سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ۱۳۴۶ھ:

اس کا تعارف طبع کے اوّل ٹائٹل پر یہ لکھا ہے:’’حضرت مولانا عبدالواحد خان رامپوری کے ساتھ ایک مرزائی نے حیات وممات عیسیٰ مسیح میں بحث کی اور بڑے دعویٰ کے ساتھ وفات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنا چاہا۔مگر حق غالب رہا اور مرزائی دلائل مثل تار عنکبوت کے ٹوٹ گئے اور مولانا نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن وحدیث سے ثابت کردیا۔‘‘ بہار سے یہ رسالہ اوّلاً شائع ہوا۔

۳...... خاتم المرسلین ﷺ:

مولانا محمد مظہر الدین رمدای کا مرتب کردہ ہے۔

۴...... قادیانیت، جھوٹے دعویٰ نبوت سے قومی اسمبلی کے تاریخی فیصلے تک:

مخدومی شہید اسلام حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ (شہادت ۹راکتوبر۲۰۰۴ء) نے ایک مضمون تحریر فرمایا جو روزنامہ جنگ ۹رستمبر۱۹۹۴ء کو شائع ہوا۔بعد میں صدیقی ٹرسٹ نے اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع کردیا۔زہے سعادت کہ اس جلد میں اسے شائع کررہے ہیں۔

۵...... مرزا قادیانی کی موت کا عبرتناک نظارہ:

جہلم سے سراج الاخبار شائع ہوا کرتا تھا۔جناب فقیر محمد صاحب مالک وایڈیٹر تھے۔ملعون قادیان کی وفات ۲۶رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔اس موقعہ پر آخرمئی میں نظم ونثر میں مرزا قادیانی کی موت کی کیفیت پر خامہ فرسائی کی گئی۔ایک سو چھ سال بعد دوبارہ شائع کرنے پر کوئی ہماری خوشی کے ٹھکانہ کا ادراک کرسکتا ہے؟

۶...... قادیانیت اور اس کے خدوخال:
الفلاح جامعہ نگر دہلی سے جناب عبدالرؤف صاحب نے ۱۹۹۹ء میں اسے شائع کیا جو اس جلد میں شامل اشاعت ہے۔

۷...... پیغام حق:
یہ رسالہ محترم ڈاکٹر عبدالقادر کا مرتب کردہ ہے۔ سن طبع معلوم نہ ہوسکا۔ مرزا قادیانی کی انگریز پرستی کے حوالہ جات پر یہ مشتمل ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب مجلس احرار الاسلام گجرات کے امیر تھے۔ آپ نے یہ رسالہ شائع کیا۔ اس پر نمبر اول درج ہے۔ لگتا ہے کہ بعد میں دوسرے نمبر بھی موصوف شائع کرنا چاہتے تھے۔ ہوئے یا نہ؟ البتہ ہمیں دستیاب نہ ہوسکے۔

۸...... مرزا کی قلعی کھل گئی، یعنی سری نگر کشمیر اور مسیح قادیانی:
مرزا قادیانی نے اپنے ایک درزی مرید سے ایک عبارت بنوا کر رسالہ الہدیٰ میں درج کی۔ محلہ خانیار میں یوز آسف کی قبر ہے جو مسیح علیہ السلام کی قبر ہے۔ مولانا غلام مصطفےٰ صاحب نے امرتسر سے اہالیان سری نگر کشمیر کے سرکردہ حضرات کو خط لکھا۔ انہوں نے تحریر کیا کہ مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کے مرید کی تحریر میں جن علماء نے تغلیط کی۔ مرزا قادیانی نے دجل سے ان کے اپنے رسالہ میں سے نام نکال دیئے۔ جن کے نام لکھے وہ نانبائی قلچہ یا جوتا فروش ہیں۔ مرزا قادیانی خود یا اس کا نمائندہ آکر اپنے رسالہ میں درج شدہ فقط کوئی دو گواہ پیش کرے جو یہ کہیں کہ یہ قبر مسیح کی قبر ہے۔ لیکن مرزائیت پر ایسی اوس پڑی کہ گویا سانپ سونگھ گیا۔ اس رسالہ میں تفصیل ہے اور یہ مولانا غلام احمد امرتسری کا مرتب کردہ ہے جسے خواجہ محمد عبدالعزیز دبیر انجمن نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر نے شائع کرکے تقسیم کیا۔

۹...... تنویر السراج فی کیفیۃ المعراج:
یہ رسالہ جناب مولانا ابوسلمان عبدالرحمٰن دہلویؒ کا مرتب کردہ ہے۔ سن تالیف معلوم نہیں ہوسکا۔ مصنف نے ٹائٹل پر اس رسالہ کا یہ تعارف درج کیا ہے: ’’رسالہ ہذا میں معراج جسمانی کا ثبوت بدلائل عقلیہ ونقلیہ دیا گیا اور مخالفین کے شبہات کا عموماً اور مرزا قادیانی کے شکوک کا خصوصاً جواب دیا گیا ہے۔‘‘ سب سے اوّل میں یہ رسالہ دفتر اہل حدیث امرتسر سے شائع ہوا۔

۱۰...... درّہ محمدی:
یہ رسالہ ملا محمد بخش حنفی چشتی قادری منیجر اخبار جعفر زٹلی وسیکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور کا مرتب کردہ ہے۔ یکم اپریل ۱۹۱۴ء کو شائع کیا گیا۔ جب لاہوری مرزائیوں کا نفس ناطقہ لندن قادیانیت کی تبلیغ کے لئے گیا۔ اس کتابچہ کے ٹائٹل پر ’’نمبر اوّل‘‘ درج ہے۔ اس کے بعد بھی اس نمبر شائع ہوئے۔ معلوم نہیں۔ مگر ہمیں نہ ملے۔ سو سال بعد دوبارہ اس رسالہ کی اشاعت سے دلی خوشی حاصل ہوئی۔

۱۱...... لاہوری ظلی نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی:
لاہوری مرزائیوں کے رد میں مولانا محمد اعجاز دیوبندیؒ جو بعد میں جامع مسجد صدر بازار راولپنڈی کے

خطیب بنے۔ آپ نے اس رسالہ کو ۱۴؍مارچ ۱۹۳۳ء کو شائع کیا جو بہت علمی دستاویز ہے۔

۱۲…… آئینہ قادیان:

مرزاغلام احمد قادیانی کے متضاد و بیانات کا حیرت انگیز مجموعہ ڈاکٹر محمد عظیم پارس ایرانی انچارج پارس فری ہسپتال لاہور نے ۱۹۳۷ء میں شائع کیا۔

۱۳…… تازیانہ عبرت (متبنّی قادیان قانونی شکنجہ میں):

مولانا کرم الدین دبیرؒ (وفات ۱۷؍جولائی ۱۹۴۶ء) نامور عالم دین تھے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور دوسرے حضرات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ بیک وقت تقریر وتحریر، مناظرہ ومباحثہ کے شناور تھے۔ آپ نے رفض کے رد میں ایک کتاب آفتاب ہدایت لکھی۔ رد قادیانیت پر آپ کی یہ کتاب ایک شاہکار ہے۔ اس جلد میں شائع کرنے پر ڈھیروں خوشی ہورہی ہے۔

۱۴…… مرزا قادیانی کی دوزبانیں:

امجد نصیر کی مرتب کردہ ہے۔ بھالیکے میں ان کے والدگرامی ریلوے اسٹیشن ماسٹر تھے۔ ان کا نام نصیر صاحب تھا۔ وہ مولانا محمد حیات فاتح قادیانؒ کے تربیت یافتہ تھے۔ امجد نصیر صاحب نے ۱۹۷۴ء سے قبل یہ کتابچہ تحریر کیا تھا۔

۱۵…… کذبات مرزا:

مولانا عبدالواحد مخدومؒ ڈاور علاقہ چناب نگر کے باسی تھے۔ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے ابتدائی پڑھنے والوں میں تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کردار، تضاد بیانیوں، ایک صد جھوٹ اور درجن بھر جھوٹی پیش گوئیوں کے مجموعہ پر مشتمل یہ کتاب ترتیب دی جو مارچ ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔ اب دوبارہ اسے احتساب قادیانیت کی اس جلد کا حصہ بنایا جارہا ہے۔ غرض احتساب قادیانیت کی جلد ہذا (یعنی چوّن (۵۴) جلد) میں ۱۵ حضرات کے ۱۵ رسائل وکتب محفوظ ہوگئے ہیں جن کی فہرست پر ایک بار پھر نظر ڈال لیں۔

۱……	امیرالہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ	کا	۱ رسالہ
۲……	حضرت مولانا عبدالواحد خان رامپوری ؒ	کا	۱ رسالہ
۳……	حضرت مولانا محمد مظہرالدین رمداسی ؒ	کا	۱ رسالہ
۴……	حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید ؒ	کا	۱ رسالہ
۵……	جناب نمائندہ اخبار سراج الاخبار ؒ	کا	۱ رسالہ
۶……	مکرم جناب عبدالروف دہلوی ؒ	کا	۱ رسالہ
۷……	مکرم جناب ڈاکٹر عبدالقادر ؒ	کا	۱ رسالہ
۸……	حضرت مولانا غلام احمد امرتسری ؒ	کا	۱ رسالہ
۹……	حضرت مولانا ابوسلمان عبدالرحمن دہلوی ؒ	کا	۱ رسالہ
۱۰……	حضرت مولانا ملا محمد بخش حنفی چشتی قادری ؒ	کا	۱ رسالہ

۱۱......	حضرت مولانا محمد اعجاز دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ	کا	۱	رسالہ
۱۲......	جناب محترم ڈاکٹر محمد عظیم پارس ایرانی رحمۃ اللہ علیہ	کا	۱	رسالہ
۱۳......	حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیر جہلمی رحمۃ اللہ علیہ	کی	۱	کتاب
۱۴......	مکرم جناب امجد نصیر	کا	۱	رسالہ
۱۵......	حضرت مولانا عبدالواحد مخدوم رحمۃ اللہ علیہ	کی	۱	کتاب

گویا ۱۵ حضرات کے کل ۱۵ رسائل وکتب

احتساب قادیانیت کی جلد (۵۴) میں شامل اشاعت ہیں۔حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

آمین ۰ بحرمة خاتم النّبيين! محتاج دعاء: فقیراللہ وسایا!

یکم صفرالخیر۱۴۳۵ھ، بمطابق ۵؍دسمبر۲۰۱۳ء

پریس ریلیز

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے زیراہتمام ۷ستمبر۱۹۷۴ کے تاریخ ساز اور یادگار فیصلہ جس میں مرزائیوں کے دونوں گروہ (قادیانی، لاہوری) کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔جس کو چالیس سال گزرنے کے بعد پوری دنیا میں ماہ ختم نبوت منانے کا فیصلہ کیا ہے۔مجلس کے مرکزی شعبہ اطلاعات کے مطابق یکم ستمبر سے ۵ستمبر تک شیخوپورہ کی تمام تحصیلوں، ۶ستمبر کو مرکز ختم نبوت مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن لاہور، جامع مسجد بہادر خان کوہاٹ، ۷ستمبر لال مسجد اسلام آباد، قصہ خوانی بازار پشاور، مدنی مسجد اٹک، جامع مسجد محمود ریلوے کالونی فیصل آباد، مرکزی جامع مسجد برمنگھم انگلینڈ، ۸ستمبر جامع مسجد شیخ لاہوری جھنگ، مردان، چارسدہ، نوشہرہ، ۹۔۱۰ستمبر ڈیرہ اسماعیل خان، ۱۲ستمبر جامع مسجد الصادق بہاولپور، ۱۳ستمبر کمپنی باغ شیخوپورہ، ۱۷تا۲۵ستمبر حیدرآباد، میرپورخاص اور سندھ کے دوسرے اضلاع میں ختم نبوت کانفرنسز، اجتماعات، سیمینارز، منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔مذکورہ بالا اجتماعات میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی قائدین، جمعیت علماء اسلام سمیت تمام مسالک، مکاتب فکر کے علماء کرام ومشائخ عظام خطاب کریں گے۔اجتماعات میں ۷ستمبر۱۹۷۴ء کے متفقہ فیصلے کے تقاضے پورے کرنے کے مطالبات کیے جائیں گے۔نیز ملک وملت کے خلاف قادیانی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کیا جائے گا۔۶ستمبر کو جامع مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہونے والی کانفرنس کی تیاری کے سلسلے میں انتظامی کمیٹی کا ایک اہم اجلاس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی زیرصدارت منعقد ہوا۔اجلاس میں مولانا عزیزالرحمٰن ثانی، مولانا علیم الدین شاکر، مولانا عمر حیات، مولانا عبدالنعیم، مولانا خالد محمود نے شرکت کی۔کانفرنس کے جملہ انتظامات کو حتمی شکل دی گئی۔کانفرنس میں مولانا مفتی محمد حسن، مولانا فضل الرحیم، مولانا محب النبی، مولانا حافظ شاہ محمد، مولانا نعیم الدین، مولانا عبدالحمید وٹو، مولانا محمد امجد خان، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا غلام حسین کلیالوی، جناب نعیم بادشاہ، میاں مقصود احمد، مولانا عزیزالرحمٰن ثانی، قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا علیم الدین شاکر، مولانا عبدالشکور حقانی، میاں رضوان نفیس، مولانا سید ضیاء الحسن سمیت علماء کرام، مشائخ عظام خطاب وشرکت کریں گے۔

نئے تعلیمی سال کے موقع پر طلباء سے کچھ باتیں

مفتی محمد راشد ڈسکوی

شوال المکرم کے مبارک مہینے سے دینی مدارس کی دو ماہ سے جاری ویرانی اور بے آبادی دور ہو کر دوبارہ رونقیں لوٹ آتی ہیں۔ علوم دینیہ کے حصول کے جذبات سے سرشار طلبۂ کرام میل ہا میل کے سفر کی صعوبتوں کو طے کرتے ہوئے، مشفق، محترم ومکرم والدین اور اعزہ واقربا کی جدائی کو برداشت کرتے ہوئے، اپنے وطن میں گزرنے والے شب وروز کی سہولتوں کو ترک کر کے پردیس کی مشکلات تک کو برداشت کرنے کی نیت سے مدارس کو اپنا وطن بناتے ہیں۔ اپنے اساتذہ کو اپنے والدین کا قائم مقام تصور کر کے، اپنے طلبہ ساتھیوں کو اپنے بھائیوں کا درجہ دیتے ہوئے سالہا سال کا سفر طے کرتے ہیں۔ قربانیوں کے اعتبار سے امت مسلمہ کے اس طبقے کو دیکھا جائے تو یقیناً ان کی قربانیاں بے مثال ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان افراد کی قربانیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جن کو چھوڑ کے یہ طبقہ آیا ہوتا ہے۔

مثلاً: ان طلبہ کے ''والدین'' کی قربانی کو دیکھ لیا جائے۔ اولاد جیسی بھی ہو۔ اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ والدین کے دلوں میں پیوستہ اولاد کے بارے میں محبت کس شخص کی نظر سے مخفی ہے؟ اولاد کو کوئی تکلیف آ پہنچے، والدین کی راتوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ اولاد کی راحت کی خاطر خود بے آرام ہو جاتے ہیں۔ ان کی راحت کی خاطر جتنا سرمایہ لگانا پڑے، لگاتے ہیں۔ خود اپنے پاس نہ ہو تو قرض تک لینے سے دریغ نہیں کرتے۔ کسی بھی والد سے پوچھ لیں۔ حصول معاش کے لئے دن رات کی ان تھک محنت کس لئے کرتے ہو؟ تو جواب ملے گا کہ بیوی بچوں کی خاطر۔ ان کے مستقبل کو سنوارنے کی خاطر۔ اب جب اسی اولاد نے بڑا ہونا تھا تو اس نے اپنے والدین کا دست بازو بننا تھا۔ ان کے کاروبار میں ان کا معاون بننا تھا۔ ان کے بڑھاپے میں ان کی راحت اور سکون کا سبب بننا تھا۔ برسہا برس سے یہ والدین مشقتیں جھیلتے آ رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں جب اس اولاد نے ان کا سہارا بننا تھا تو ان بوڑھے والدین کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچنا تھی۔ ان کو دو پل سکون کے ملنے تھے۔ لیکن یہ والدین اپنی اولاد کی طرف سے ملنے والے ان فوائد کے حصول کی تمنا کو قربان کرتے ہیں۔ جس کاروبار میں اولاد کا تعاون حاصل ہونا تھا۔ اس کاروبار کے بوجھ کو تنہا اپنے کندھوں پر ہی اٹھائے رکھنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ''والدہ'' اپنے دل پر سینکڑوں من وزنی پتھر رکھ کے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنے سے جدا کر کے میلوں دور کے سفر پر بھیجنے کا فیصلہ کر لیتی ہے۔ ''بھائی'' اپنے ہم عمر، ہم سفر، ہم راز اور ہم مزاج بھائیوں کی جدائی کو برداشت کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ ''بہنیں'' اپنے ہر دل عزیز بھائیوں کی شفقت سے محروم رہنے کو برداشت کر لیتی ہیں۔ کس لئے؟ ان سب جدائیوں کو برداشت کرنا کس لئے ہوتا ہے؟ اس کا صاف اور سیدھا سادھا جواب یہ ہی ہے کہ ان کا بیٹا، ان کا لخت جگر، ان کا بھائی وراثت نبوی ﷺ کو اپنے سینے میں جمع کرنے والا بن جائے۔ ان کا یہ عزیز صفات نبویہ ﷺ اور اخلاق

وجذبات نبویہ ﷺ کا حامل بن جائے۔ وہ ان باکمال صفات کو اپنے اندر پیدا کرلینے والا بن جائے جن کی بدولت وہ امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوات کی بے مثال قیادت کرنے کا اہل بن سکے۔ پورے عالم میں دین زندہ کرنے کی محنت کرسکے۔ معاشرے کے اندر ہر سو پھیلی ہوئی برائیوں کو دور کرتے ہوئے ایک صالح اور پرامن معاشرے کے قیام کا سبب بن سکے۔ خاندانوں کی ازلی دشمنیوں کو ختم کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرسکے۔ بے نمازیوں کو نمازی بنا سکے۔ معاشرے کی بیٹیوں کے سروں پر دوپٹہ رکھ سکے۔ معاشرے کی ماؤں بہنوں کی آنکھوں میں حیا پیدا کرنے کا سبب بن سکے۔ ان اور ان جیسے بہت سارے جذبات کو اپنے اندر رکھے ہوئے معاشرے کے افراد اپنے عزیزوں کو مدارس دینیہ کی طرف بھیجتے ہیں۔

ان بہت ساری حقیقتوں کے ہوتے ہوئے بلکہ ان سے کہیں زیادہ قربانیوں کے ہوتے ہوئے ہمارے طلبہ ساتھی ان سب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنا وقت گزار لیں تو کیا یہ پورے معاشرے پر ظلم نہ ہوگا؟ ہوگا، بالکل ہوگا۔ بلکہ اس سے بھی خطرناک یہ ہوگا کہ ایسا طالب علم اپنے اوپر آٹھ سال گزارنے کے بعد عالم دین کا لیبل چسپاں کرکے دوسرے معصوم نوجوانوں کے علم دین کے حصول سے تنفر کا سبب بنے گا۔ معاشرے کے اوپر بوجھ بن جائے گا اور اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ عین ممکن ہے کہ ضال ومضل کا مصداق بن جائے۔

ان سب باتوں کے سامنے ہوتے ہوئے خیال ہوا کہ عزیز طلبہ ساتھیوں کی دوران تعلیم میں کرنے والے چند اہم اور ضروری کاموں کی طرف راہنمائی کردی جائے۔ شاید کہ کسی طالب علم ساتھی کے دل میں کوئی بات اتر جائے اور اس کی اتنی بہت ساری قربانیاں ٹھکانے لگ جائیں اور اس کی زندگی سنورنے کا ذریعہ بن جائے۔

پہلا کام...... تصحیح نیت

علم کی افادیت کا تعلق نیت کے صحیح ہونے یا صحیح نہ ہونے سے ہے۔ اگر حصول علم سے مقصود خدانخواستہ دنیا، حب جاہ ہوئی تو یہ نیت اس طالب علم کو اسی دنیا میں دنیا والوں کے سامنے ذلیل کروائے گی اور آخرت میں تو ایسے شخص کو سب سے پہلے جہنم میں اوندھے منہ پھینک دیا جائے گا۔ یہ علم اس کے لئے وبال جان بن جائے گا۔ یہ بات حدیث پاک میں مذکور ہے: ”رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وعَلَّمَهٗ وقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهٖ، فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ، وَقَرَأْتُ فِيْكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ إِنَّكَ عَالِمٌ، فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ، فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. (صحیح مسلم)“

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: علم کو علماء پر بڑائی جتانے، نا سمجھ عوام سے الجھنے اور مجلسیں جمانے (یعنی: لوگوں کو اپنی ذات کی طرف متوجہ کرنے) کے لئے حاصل نہ کرو۔ جو شخص ایسا کرے گا۔ اس کے لئے آگ ہے آگ۔ قال (ﷺ): ”لا تَعَلَّمُوا العلمَ لِتُبَاهُوْا بهِ العلَماءَ، ولا تُمَارُوا به السُّفَهاءَ، ولا تَخَيَّرُوْا بهِ المجالِسَ، فمَن فَعَلَ ذلك، فالنّارُ فالنّارُ (سنن ابن ماجة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، رقم الحديث:٢٥٤)“

بلکہ نیت یہ ہونی چاہیے کہ اس علم کے ذریعے پوری دنیا میں دین اسلام کو زندہ کروں گا۔ اس نیت کے کرنے والے کو اسی حالت میں موت بھی آ گئی تو اللہ تعالیٰ اس طالب علم کا حشر اس طرح فرمائیں گے کہ اس کے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ’’مَنْ جَآءَهُ الْمَوتُ، وهُو يطْلُبُ العِلمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الإسلامَ، فبَيْنَه وبينَ الأنبياءِ في الجنةِ دَرَجَةٌ واحِدَةٌ (جامع بيان العلم وفضله، باب جامع في فضل العلم، رقم الحديث: ۲۱۹، دار ابن الجوزي)‘‘

چنانچہ سب سے پہلا کام اپنی نیت کو ٹٹولنا اور اس کو صحیح کرنا ہے اور یہ کام بار بار کرنا ہوگا۔ جب بھی اپنی نیت کو بگڑا ہوا پائے اسی وقت اپنی نیت کی تصحیح کی جائے۔ ایک بات سامنے رہے۔ اس پہلی بات میں جو عرض کیا جا رہا ہے۔ وہ ہے تصحیح نیت۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اگر حصول علم کے وقت نیت ٹھیک نہ ہو تو اس حصول علم کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اپنی نیت کو درست کر لینا چاہیے اور جب تک نیت درست نہ ہو۔ محض نیت درست نہ ہونے کی وجہ سے ترک علم صحیح نہیں۔ کیونکہ بزرگوں کا مقولہ ہے: ’’تعلمنا العلم لغير الله، فأبى العلوم إلا أن يكون لله‘‘ (کہ ہم نے علم غیر اللہ کے لئے پڑھا تھا۔ مگر وہ مانا ہی نہیں۔ لہٰذا وہ اللہ کا ہو کر ہی رہا) اس لئے علم کے حاصل کرنے کو ترک نہ کرے بلکہ اپنی نیت کو درست کر لے۔

دوسرا کام...... علمی استعداد مضبوط کرنا

تصحیح نیت کے بعد جو اہم ترین کام ہے وہ اپنی علمی استعداد کو مضبوط سے مضبوط کرنا ہے۔ اس کے لئے پہلے دن سے ہی اپنی کمر کسنا ہوگی۔ مدارس دینیہ میں جتنے بھی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ ان میں اپنے آپ کو اتنا ماہر اور مضبوط بنانا ضروری ہے کہ علوم کا کوئی سا بھی شعبہ ہو (صرف ونحو ہو یا منطق، علم الکلام ہو یا فلسفہ وبلاغت، اصول فقہ ہو یا فقہ، اصول حدیث ہو یا حدیث، اصول تفسیر ہو یا تفسیر) کسی شخص کے سامنے ان علوم میں آپ کی کمزوری نہ آ سکے اور انہی علوم میں لغزش کھانے والے کوئی بھی اہل علم آپ کی نظر سے بچ کے نہ گزر سکے۔ اس استعداد کے حصول کے لئے اگر حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کا ملفوظ سامنے رکھ لیا جائے تو انشاء اللہ وہ ہی کافی ہو جائے گا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جو طالب علم تین کام کرلے اللہ تعالیٰ اسے ضرور علم کی دولت سے نواز دیں گے: مطالعہ، سبق میں توجہ سے حاضری اور تکرار۔ ان تینوں کاموں کو بہر صورت انجام دینا حصول علم کی کامیابی کی کنجی ہے۔ ان تینوں کاموں کے بارے میں اجمالاً یہ عرض کرنا ہے کہ: ’’مطالعہ‘‘ نام ہے، معلومات کو مجہولات سے الگ کر دینے کا۔ یعنی: جب آپ سبق میں شریک ہونے سے پہلے کتاب کھول کے مطلوبہ سبق کا مطالعہ کریں۔ اس سبق کو صرفی، نحوی اور لغوی اعتبار سے حل کریں۔ اس کے ترجمے، ترکیب اور مفہوم کے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس کوشش میں جو جو کامیابی آپ کو حاصل ہو جائے۔ وہ ’’معلومات‘‘ کہلائیں گی اور جو بات سمجھ میں نہ آ سکے۔ اسے ’’مجہولات‘‘ کا نام دیا جائے گا۔ ’’مجہولات‘‘ آپ کے ذہن میں مستحضر ہونی ضروری ہیں۔ تاکہ کسی دوسرے وقت، کسی دوسرے ساتھی یا استاذ سے یا سبق میں انہیں خاص طور پر حل کیا جا سکے۔ مطالعہ کی اتنی کوشش انشاء اللہ آپ کو آگے سے آگے لے جانے کا ذریعہ بنے گی۔ اس کے بعد ’’سبق میں حاضری‘‘ کا مرحلہ ہے۔ اس مرحلے میں بھرپور کوشش یہ ہونا ضروری

ہے کہ آپ سے نہ تو کوئی سبق چھوٹنے پائے اور نہ ہی کسی سبق میں بے توجہی اور غفلت سے شریک ہوں۔ بلکہ سبق کی ابتداء سے انتہاء تک پوری بیدار مغزی سے شرکت ضروری ہے۔ اس کوشش میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ دوران سبق استاذ کی زبان سے جو بات بھی نکلے اس بات کے علاوہ کوئی بات آپ کے کانوں میں داخل نہ ہو۔ اسی طرح آپ کی آنکھ استاذ سے ہٹ کر کسی اور طرف مشغول ہونے والی نہ ہو۔ نیز دل ودماغ پوری طرح سبق میں ہی حاضر رہیں۔ سبق میں سامنے آنے والی باتوں کو ذہن میں محفوظ کرنے کی کوشش کی جائے اور سبق کے بعد انہیں کاغذ پر محفوظ کرلیا جائے۔ اس کے بعد آخری مرحلہ ”تکرار“ کا ہے۔ سبق میں سنی ہوئی باتوں کے دہرانے کو ”تکرار“ کہتے ہیں۔ اس مرحلے میں مطالعہ اور سبق میں رہ جانے والی کسریں نکل جاتی ہیں۔ تکرار کا عمل جتنے بھرپور طریقے سے مکمل ہوگا۔ آپ کی سبق پر گرفت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جو طالب علم جتنا زیادہ تکرار کا ماہر ہوگا وہ اتنا ہی بہترین مدرس بن سکے گا۔ تکرار کے بارے میں تجربہ یہ ہے کہ تکرار میں بولنے والے کو جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ سننے والے کو نہیں ہوتا۔ اس لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ تکرار کی جوڑی دو افراد کی ہو۔ پہلے ایک بولے پھر دوسرا۔ اگر دو سے زیادہ ہوں، تو وقت کی قلت کے باعث ایک ہی بول سکے گا۔ باقی صرف سننے والے ہوں گے۔ ان کے اندر اس مرحلے میں کمال حاصل کرنا ممکن نہ ہوسکے گا۔ یہ تینوں مرحلوں کا اجمالی خاکہ تھا۔ ان کی طرف مزید راہنمائی متعلقہ اساتذہ سے حاصل کرکے قدم اٹھایا جائے۔

تیسرا کام......خوشخطی اور عمدہ تحریر

زمانۂ تعلیم اور اس سے فراغت کے بعد کامیاب محنت کے لئے اس صفت کا بہت بڑا دخل ہے۔ خوشخطی اور عمدہ تحریر کے ذریعے ایک عالم دین بہتر سے بہتر انداز میں دین کی خدمت کرسکتا ہے۔ مدمقابل پر بذریعہ تحریر ایک اچھا تاثر چھوڑ کے اسے اپنی راہ پر لانا آسان ہوجاتا ہے۔ اس صفت میں ملکہ حاصل کرنے کے لئے بھی پہلے دن سے ہی محنت کرنا ضروری ہے۔ اگر ممکن ہوسکے تو کسی ماہر کاتب سے باقاعدہ وقت لے کر مشق کی جائے۔ اس صفت کے حصول کے لئے کم ازکم بات یہ ہے کہ سب سے پہلے حروف تہجی کے مفردات کی پہچان اور ان کی شکلوں اور صورتوں کو ذہن میں محفوظ کیا جائے اور قواعد کے مطابق ان پر گرفت مضبوط کی جائے۔ اس کے بعد مرکبات کی مشق کی جائے۔ بالخصوص تین حروف تک کے مرکبات کی پہچان ضرور کرلی جائے۔ یعنی: کسی بھی حرف کے استعمال کی تین صورتیں تو یقینی ہیں۔ وہ حرف شروع میں ہوگا۔ درمیان میں ہوگا یا آخر میں آئے گا۔ ان تینوں حالتوں میں اس کی شکل اور بناوٹ کیا ہوگی۔ اس کو سیکھ کے مشق کرلی جائے۔ اس بارے میں ایک مفید صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جہاں کہیں بھی کسی کاتب کا لکھا ہوا کوئی لفظ دیکھیں اس کی بناوٹ کو ذہن میں محفوظ کرلیں اور بعد میں اس کی نقل اتارنے کی کوشش کریں۔ اس طریقے سے بہت جلد آپ کی خوشخطی میں نکھار آتا چلا جائے گا۔ دوسری چیز ”عمدہ اور جاندار تحریر“ ہے۔ اپنے جذبات، احساسات، خیالات اور اپنے مافی الضمیر کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کے لئے اچھی اور عمدہ تحریر ایک بہت ہی بہترین ذریعہ ہے۔ عمدہ تحریر انسان کی باطن کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ اچھی تحریر میں ملکہ حاصل کرنے کے لئے یہ طریقہ انتہائی زوداثر رہے گا کہ جب بھی، کسی بھی صاحب فن یا کسی بھی ادیب یا اپنے اکابرین میں سے کسی

کی تحریر کا مطالعہ کریں تو ان کی تحریر کو اس نظر سے دیکھا کریں کہ اپنے مافی الضمیر کو قلم بند کرنے کے لئے انہوں نے کیا تعبیر اختیار کی؟ اور پھر سوچیں کہ اگر یہی بات آپ کو تحریر کرنا پڑتی تو کیا آپ کے پاس اس طرح کے الفاظ یا تعبیر تھی یا نہیں؟ اگر نہیں تھی تو پھر اس تعبیر کو اپنے پاس ذہن میں محفوظ کر لیں اور وقت پر اسے استعمال کریں۔ اس طرح بہت جلد آپ کی تحریر عام وخاص میں مقبول ہوتی چلی جائے گی۔

چوتھا کام...... خطابت

اپنی بات دوسروں کے سامنے رکھنے کے لئے، دوسروں کو دین کی طرف راغب کرنے کے لئے سب سے مؤثر ذریعہ زبان ہے۔ گفتگو کے فن اور خطابت کے اسرار ورموز سیکھے بغیر معاشرے میں پیدا ہونے والے سینکڑوں برائیوں کا سدباب آسانی سے ممکن نہیں ہے۔ ایک اچھا خطیب اور مقرر اپنی قوت بیان اور زور بیان کے ساتھ بے حس قوموں میں حس پیدا کرتا ہے۔ سوئی ہوئی اقوام کو جھنجوڑ کر بیدار کرتا ہے۔ بگڑے ہوئے اخلاق کو سنوارنا سکھلاتا ہے اور یہ بدیہی بات ہے کہ ہر انسان میں قدرت کی طرف سے کچھ نہ کچھ قوت بیان عطا کی گئی ہوتی ہے۔ اب انسان کا کام ہے کہ وہ اپنی اس استعداد کو مسلسل مشق کرتے ہوئے درجۂ کمال تک پہنچائے۔ اس مشق کے لئے ضروری ہے کہ ماہرین کے انداز بیان کو خوب اچھی طرح پرکھا جائے اور خوب مشق کی جائے۔ اپنی بات میں وزن، قوت اور اثر پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنی زبان کو سہل اور آسان کرنا ہوگا۔ یعنی: اپنی گفتگو میں آسان سے آسان تعبیرات، الفاظ اور اسلوب اپنانا ہوگا۔ اس سے آہستہ آہستہ چہرے کے تاثرات، آواز کے اتار چڑھاؤ اور جسم کی حرکات وسکنات پر کنٹرول حاصل ہوگا۔ الغرض چہرہ، آواز اور ہاتھوں کے مناسب اشارے ہماری بات میں قوت، تاثیر اور تفہیم پیدا کرتے چلے جائیں گے۔ ان صفات کے حصول کے لئے عوام سے اختلاط اور میل جول، ان کی بات سننا اور اس کا جواب دینا۔ پھر ان کو اپنی بات سمجھانا، ایک بہت ہی مفید ذریعہ ہے۔ اس کے لئے تبلیغی جماعتوں کے ساتھ نکلنے کے زمانہ میں ان کے ساتھ خروج کرنا بھی بہت مفید رہے گا۔ کیونکہ جماعت میں نکل کر مختلف مزاج والے لوگوں کے ساتھ وقت گزارنا پڑتا ہے۔ ان کے ساتھ گزرنے والے لمحات ہم کو ان صفات کے قریب سے قریب لیتے چلیں جائیں گے۔ اسی طرح جماعتوں میں جاکر جماعت کے مختلف اعمال میں سے کوئی نہ کوئی عمل ملتا ہی رہتا ہے۔ تو اس سے بھی اس صلاحیت میں نکھار آتا چلا جاتا ہے۔

پانچواں کام...... غیر نصابی مطالعہ

درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے دینیات کے مطالعہ کو وسیع کرنا بھی ہماری ضرورت ہے۔ دینی مطالعہ کے ساتھ خارجی حالات سے تازہ ترین واقفیت بھی ہونی چاہیے۔ تاکہ اعتماد کے ساتھ پختہ اور معتمد دینی معلومات رکھتے ہوئے عوام کا سامنا کر سکیں۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے ہماری نصابی تعلیم متاثر نہ ہونے پائے۔ دوسری بات یہ کہ مضر کتب کا مطالعہ نہ ہو۔ اس کا حل یہ ہے کہ یہ مطالعہ اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی ہو۔ ان کے مشورے سے، درجہ وار، الاہم فالاہم کے قاعدے کے مطابق تدریجاً ہو اور سب سے اہم بات یہ کہ فرصت کے اوقات میں ہو۔ نہ کہ تعلیمی اوقات میں۔

چھٹا کام...... تجوید وحفظ القرآن

ہمارے وہ طلبہ ساتھی جو حافظ قرآن نہیں ہوتے۔ انہیں عام طور پر دو تین مشکلات میں مبتلا دیکھا گیا ہے۔ ایک تو قرآن حکیم حفظ نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مقامات پر دشواری ہوتی ہے۔ نماز پڑھاتے وقت بالخصوص نماز فجر پڑھاتے وقت بہت دشواری محسوس کرتے ہیں یا پھر کوئی سی بھی نماز پڑھا رہے ہوں۔ ان کی قرأت تجوید کے قواعد کو پورا کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔ اسی طرح ان کے بیانات اور تقاریر کے درمیان بھی قرآن پاک کی آیات کا برمحل استعمال بھرپور اعتماد سے نہیں کر پاتے۔ اس لئے طلبہ ساتھیوں سے یہ بھی گزارش ہے کہ اپنی اس کمی کو پورا کرنے کی ابتداء سے ہی فکر کریں۔ کچھ نہ کچھ قرآن پاک روزانہ یاد کرتے رہیں۔ کم از کم آخری دو تین پارے اور مشہور بڑی سورتیں تو یاد ہی کر لینی چاہئیں اور کسی ماہر فن قاری صاحب سے ضروری تجوید پڑھ کر اس کی مشق بھی کر لی جائے۔ اس ضمن میں خطبات جمعہ وعیدین اور خطبات نکاح بھی یاد کئے جائیں۔

ساتویں بات...... غیر تعلیمی سرگرمیاں

یہ بات ہمیشہ سامنے رکھنے کی ہے کہ ہم اپنے گھر بار کو جو چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہمارا مقصد علم دین حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے ہر ایسی سرگرمی سے بچنا نہایت ضروری ہے جو ہماری تعلیم کے لئے نقصان دہ ہو۔ اس میں سرفہرست امر یہ ہے کہ ہم اس زمانہ میں ہر طرح کی تنظیمی وابستگی سے اپنے آپ کو کوسوں دور رکھیں۔ یہ وابستگیاں ہمارے تعلیمی پروگرام کے لئے سم قاتل کی مانند ہیں۔ یہ زمانہ ہمارے لئے ایک ایک لمحے کے اعتبار سے نہایت قیمتی ہے۔ اس لئے اس دورانیے میں ہماری مشغولیت صرف اور صرف تعلیم کے ساتھ ہونی چاہیے۔ ہاں! فراغت کے بعد ہمارے کرنے کے کاموں میں حسب مزاج جس کام کی طرف میلان ہو یا ضرورت زمانہ جس کی متقاضی ہو، اسے اختیار کر لینا چاہیے اور ضرور اختیار کیا جائے۔ لیکن ابھی نہیں۔ ابھی تو اس تعلیم کے ساتھ عملی میدان میں تحریک پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے تبلیغی معمولات کا اختیار کرنا نہایت سودمند ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ کسی بھی عمل پر آنا اپنے ایمان کی طاقت کے بل بوتے پر ہی ممکن ہوتا ہے اور تبلیغی معمولات سے ایمانی استعداد مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جاتی ہے جو کہ مطلوب ومحمود ہے۔ لیکن یہ بات بھی اچھی طرح سامنے رہے۔ یہ تبلیغی معمولات بھی ہماری تعلیمی سرگرمیوں کے اوقات میں نہ ہوں۔ صرف چھٹی کے اوقات میں مختصر ترین وقت میں دعوت الی اللہ، تعلیم وتعلم اور ذکر وعبادت کو سمیٹا جائے۔ اس کے لئے ظہر کی نماز کے بعد پڑھائی سے قبل کے آٹھ، دس منٹ، عصر سے مغرب کا وقت۔ عشاء کی چھٹی کا وقت استعمال کیا جائے۔ جمعرات اور جمعہ کی تعطیل شب جمعہ اور چوبیس گھنٹے کے خروج کے لئے استعمال کی جائے اور سالانہ چھٹیوں میں چالیس روز کے لئے خروج کی ترتیب بنائی جائے۔ ان معمولات تبلیغیہ میں لگنا درحقیقت ہمارے تعلیمی نظام کا ہی تسلسل ہے۔ اس لئے کہ علم سے مقصود عمل ہے اور عمل کی بنیاد ایمان ہے۔ جس کے حصول کا بروقت اور بھرپور ذریعہ یہ تبلیغی نقل وحرکت ہے۔

آٹھواں کام...... اساتذۂ کرام اور طلبہ ساتھیوں کے حقوق

ایک اچھے اور باکردار طالب علم کے مقام کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کے دل میں اپنے

محسنین اساتذہ کرام کی محبت اور ادب انتہا درجے کا ہو۔ان کی دل جوئی، خدمت اور اکرام کو اپنی سعادت سمجھیں۔ ان کا ادب، ان کی بات کو دھیان اور توجہ سے سنیں۔ان کی نصائح کو اپنی کامیابی کا راز سمجھ کر اپنائیں اور ان کی خدمت کے کاموں کو تلاش کر کے پوری لگن کے ساتھ کریں۔یہ سب امور ایک طالب علم کو بہت جلد ترقی کی منازل طے کروا دیتے ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان سب امور کا انجام دینا بد نیتی، مجبوری یا کسی غرض فاسد (مثلاً: اپنے لئے مراعات رعایتوں کے حصول) کے لئے نہ ہو کہ یہ نیت فوائد تو درکنار تباہی اور بربادی کی طرف لے جانے والی ہے۔ایک دوسری چیز زمانہ تعلیم میں آپ کا اپنے طلبہ ساتھیوں کے ساتھ برتاؤ ہے۔ایک مخصوص عرصے کے لئے آپ نے ایک اجتماعی ماحول میں رہنا ہے۔اس ماحول میں ایک نشست آپ کی درسگاہ کے ساتھیوں کی ہے۔ دوسری نشست آپ کے کمرے کے ساتھیوں کی ہے۔تیسری نشست عمومی طور پر پورے جامعہ کے ساتھیوں کی ہے۔ اِن تمام مراحل میں اگر آپ اپنے ساتھ یہ طے کر لیں گے کہ میں اپنے ان تمام قسم کے ساتھیوں کے ہر قسم کے حقوق ادا کروں گا اور میری طرف سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچے گی۔میں کسی کی کسی بھی چیز کو بغیر اجازت استعمال نہیں کروں گا تو اللہ رب العزت آپ کی اس مبارک صفت کی وجہ سے آپ کی عزت اور احترام آپ کے تمام طلبہ ساتھیوں کے دلوں میں ڈال دیں گے۔بصورت دیگر جہاں آپ بے اطمینانی اور بے سکونی کا شکار ہوں گے۔وہاں ہر کوئی آپ سے اس طرح دور رہنے کی کوشش کرے گا جیسے کوئی شخص کسی موذی جانور سے بچنے کی اور دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ لوگ آپ کے شر سے بچنے کی خاطر آپ سے سلام دعا اور میل جول رکھیں گے۔لیکن ان کے دل آپ کے بارے میں نفرتوں سے بھرے ہوں گے۔ایک اچھا انسان بننے کے لئے آپ اپنے ساتھ یہ طے کر لیں کہ آپ جب بھی کسی سے ملیں تو اس طریقے اور ان اخلاق سے ملیں کہ وہ آئندہ آپ سے ملنا پسند کرے۔آپ کے پاس بیٹھنا پسند کرے۔آپ کے ساتھ کچھ وقت گذارنا اپنی سعادت سمجھے تو انشاءاللہ آپ ہر دل عزیز شخصیت بنتے چلیں جائیں گے۔

نواں کام...... مدرسہ کے ضوابط اور قوانین

علم کی ترقی کے راستوں میں ایک ضروری چیز اس ادارے کے نظم و نسق اور اصول و ضوابط کو پورا کرنا بھی ہے۔یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کوئی بھی ادارہ ہو۔وہ بغیر اصول و ضوابط کے نہیں چل سکتا اور یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ اصول و ضوابط اجتماعی نظم کے درست رکھنے کے لئے ہوتے ہیں۔اس لئے اپنے ادارے کے اصول و ضوابط کو پورا کرنا ہماری خوشگوار زندگی کا سبب بنے گا۔اس سے ہمارے اندر نکھار پیدا ہوگا۔ہماری زندگی ایک مرتب نظام کے مطابق سلجھی ہوئی گزرے گی۔ہر کوئی ہم سے خوش ہوگا اور ہم سب سے خوش ہوں گے۔مثلاً: اس کے لئے یہ اصول بنالیں کہ تعلیم کا وقت شروع ہوتے ہی درسگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔کھانے کا وقت ہوتے ہی کھانے کے لئے چلے جانا ہے۔سونے کا وقت ہوتے ہی سونے کے لئے لیٹ جانا ہے۔درسگاہ ہو یا رہائشی کمرہ، اپنی باری پر خدمت اور صفائی کرنی ہے تو یقین جانیے کہ مدرسہ کے کسی استاذ کو حتیٰ کہ مدرسہ کے کسی بھی کارکن کو آپ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔کوئی آپ سے تنگ نہیں ہوگا۔کسی کو آپ سے کسی قسم کی کوئی شکایت ہوگی اور نہ ہی آپ کو کسی کی طرف سے کسی قسم کی ناگواری کا سامنے کرنا پڑے گا۔

دسواں کام...... تعلق مع اللہ اور اصلاح ظاہر و باطن

ایک انتہائی اہم بات یہ ہے کہ ہماری سالہا سال کی یہ محنت اس لئے ہے کہ ہم میں سو فیصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔ لہٰذا عبادات کے ذریعے، مناجات کے ذریعے اور موقع محل کے مطابق اتباع رسول ﷺ کے ذریعے ہم لحہ بہ لحہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں آگے سے آگے بڑھ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی مسنون زندگی کا کوئی گوشہ ہم سے مخفی نہ ہو اور اسی طرح ہماری زندگی کا کوئی عمل سنت نبوی ﷺ کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کوشش ہماری ہر کوشش سے زیادہ قیمتی اور ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سامنے رہے کہ ہم اپنی مدرسہ اور مدرسہ سے باہر کی زندگی میں اپنی طرف سے عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق اور خدمت خلق کا ایسا نمونہ چھوڑیں کہ آپ کی مثال دے کر لوگ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ ہم اپنے مقام پر، اپنے گھروں میں، اپنے گلی محلوں میں، اپنے معاشرے میں اپنے آپ کو ایسا پیش کرنے کی کوشش کریں کہ ہمارے متعلقین واضح طور پر، کھلی آنکھوں ہمارے بارے میں یہ محسوس کریں کہ ”ہمارا یہ عزیز“ مدرسہ کی زندگی اختیار کرنے سے قبل، یا سابقہ سال میں تو (اپنی عبادات، اپنے معاملات، اپنی حسن معاشرت اور اپنے اخلاق میں) ترقی کے اس معیار پر نہیں تھا جس معیار پر اب پہنچ چکا ہے۔ اس سے آپ انشاء اللہ العزیز ایک ایسے مثالی طالب علم بن جائیں گے کہ لوگ آپ کی صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کو اپنے کندھوں پر بٹھائیں گے۔ آپ کا ادب کریں گے۔ آپ کی بات توجہ سے سنیں گے۔ آپ کے مشوروں پر عمل کریں گے۔ آپ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں گے۔ اپنے فیصلوں کے لئے آپ کو حکم بنانا تسلیم کریں گے۔ آپ کی مثالیں دے کر اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کی تربیت کریں گے۔ آپ کو دیکھ کر اپنی اولاد کو بھی مدارس دینیہ میں داخل کروانے کا فیصلہ کریں گے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ رب العزت دنیا و آخرت کی سعادتیں آپ کا مقدر بنا دیں گے۔ تلک عشرة کاملة ! اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

ورکر کنونشن کارڈیف

برطانیہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن و نائب مہتمم اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ کے مولانا مفتی خالد محمود نے جامع مسجد بلال کنٹون میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سامعین سے اپیل کی کہ ۷ ستمبر بروز اتوار کو عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں شرکت کریں اور پیغمبر آخر الزماں ﷺ سے محبت کا ثبوت دیں۔ دریں اثنا مولانا مفتی سہیل احمد نے جامع مسجد عثمان ریور سائیڈ میں بیان کرتے ہوئے نوجوانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے قریبی اسلامک سینٹرز اور مساجد سے تعلق قائم کریں۔ اسلام کے بنیادی عقائد اور نظریات سے آگاہی حاصل کریں تاکہ کوئی بے دین اور منکر ختم نبوت آپ کو گمراہ نہ کر سکے۔ اس موقع پر مفتی محمد طارق، مولانا خلیل احمد، حافظ محمد ایوب، نعمان مصطفیٰ، حافظ محمد انور، حافظ محمد اظہر، سفیان اور دیگر حضرات نے بھی شرکت و خطاب کیا۔

تبصرہ کتب

مولانا عبداللہ معتصم

خطبہ حجۃ الوداع: خطبات حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ: صفحات:۱۱۲: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: ادارہ نشرواشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ!

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی شخصیت اور علمی رسوخ ارباب علم ونظر میں تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ منقولات اور معقولات دونوں میں نابغہ روزگار شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں خطبہ حجۃ الوداع کے موضوع پر حضرت کے مواعظ جمع کئے گئے ہیں۔ جس میں مسلمانوں کی معاشرت، باہمی معاملات، معاشرہ میں پائی جانے والی بے راہ روی اور بے جا رسومات کی روک تھام پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ شائستہ، عام فہم اور آسان انداز میں علوم ومعارف کا ایک خزانہ ہے۔ عنوانات اور خطبات کی حسن ترتیب مولانا محمد فیاض خان سواتی کے اعلیٰ ذوق کی عکاسی کر رہی ہے۔ سرورق اور بائنڈنگ قابل داد اور کاغذ وطباعت داد سے بالاتر ہے۔ خطباء کے لئے عظیم تحفہ اور تالیف کی دنیا میں خوش کن اضافہ ہے۔

نقوش صادق: مرتب: سید مصدق حسین بخاری: صفحات: ۳۳۳: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: مدرسۃ العلوم الشرعیۃ جھنگ صدر!

نقوش صادق حضرت مولانا سید صادق حسین بخاریؒ کے احوال وتذکار پر مشتمل ہے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے خوشہ چیں، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ رشید اور مدرسۃ العلوم الشرعیۃ کے بانی مبانی تھے۔ کتاب میں حضرت کے حالات زندگی، فتاویٰ جات اور آپ کے متعلق اہل علم ونظر کی آراء اور تاثرات شامل کئے گئے ہیں۔ کتاب کی بائنڈنگ معیاری اور کاغذ وطباعت قدرے بہتر ہیں۔ بعض مقامات پر املائی غلطیاں ہیں۔ بہرحال پڑھنے والوں کے لئے عظیم تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب کی مساعی کو قبولیت سے نوازے۔

خطبات راشد: مولف: قاری عبدالجبار راشد: صفحات: ۱۸۸: قیمت: ۳۰۰: ملنے کا پتہ: مکتبہ عائشہ جامع مسجد عائشہ کامونکی گوجرانوالہ!

زیر نظر کتاب قاری عبدالجبار راشد صاحب کے خطبات جمعہ ہیں۔ موضوعات اکثر وبیشتر فضائل پر مشتمل ہیں۔ ہر خطبہ کو قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے خوب خوب مبرھن کر کے ذکر کیا گیا ہے۔ مباحث کی مناسبت سے عنوانات بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے اشعار بھی لائے گئے ہیں۔ طباعت، جلد بندی اور سرورق کی تزئین پر کی گئی محنت صاف نظر آتی ہے۔ بعض مقامات پر عربی تحریر میں لفظی غلطیاں ہیں۔ جو قلب ونظر پر گراں گزرتی ہیں۔ رسم الخط میں مزید بہتری لائی جاسکتی تھی۔ خطباء اور واعظین کے لئے عظیم تحفہ ہے۔

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

ملک بھر میں یوم ختم نبوت منایا گیا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر یوم ختم نبوت کے حوالہ سے ملک بھر میں علمائے کرام نے اپنے خطبات جمعہ میں ختم نبوت کے موضوع اور رد مرزائیت پر مفصل خطابات کئے۔ لاہور، کراچی، اسلام آباد، ملتان، چنیوٹ، چناب نگر، شیخوپورہ، جھنگ، راولپنڈی، حیدرآباد، سکھر، میرپور خاص، رحیم یارخان، منڈی بہاؤالدین، گجرات، ساہیوال، بہاولپور، چیچہ وطنی، اوکاڑہ سمیت ملک بھر کے چھوٹے بڑے شہروں میں علماء کرام نے بیانات کیے۔ علماء کرام نے جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی ملک اور اسلام دونوں کے غدار ہیں۔ ۷ ستمبر کا دن ایک تاریخ ساز دن ہے کیونکہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئین میں ترمیم کرکے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ یہ فیصلہ دراصل اسلامیان پاکستان کی کوششوں کا ثمر ہے۔ ہزاروں عاشقان مصطفی ﷺ نے جذبہ عشق سے سرشار ہوکر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ اور شریعت محمدی کی اساس اور بنیاد ہے۔ دین اسلام اللہ کا آخری دین ہے اور یہی دین مدار نجات ہے۔ علماء کرام نے کہا کہ قادیانی عقیدہ ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ دراصل آپ ﷺ کی ذات اقدس کا تحفظ ہے۔ ۷ ستمبر کا دن عالم اسلام کے مسلمانوں کے لیے یوم فتح مبین ہے، یہ دن عاشقان رسول ﷺ اور ختم نبوت کے پروانوں کے لیے عظیم الشان کامرانی اور تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے تجدید عہد کا دن ہے۔ علماء کرام نے کہا کہ آج ایک مرتبہ پھر ختم نبوت اور قادیانیت کے متعلق قوانین اور ناموس رسالت کے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں۔ ان اسلام دشمن قوتوں کی اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ عقیدہ ختم نبوت وناموس رسالت کی حفاظت کرنے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ علماء کرام نے ۱۹۷۴ء کی تحریک میں حصہ لینے والی تمام جماعتوں، حزب اقتدار اور حزب اختلاف اور تمام دینی قوتوں کے اس دلیرانہ فیصلے پر خراج تحسین پیش کیا۔ علماء کرام نے حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کو آئین وقانون اور پاکستان کی نیشنل اسمبلی کے فیصلے کا پابند بنائے اور ان کی غیر قانونی سرگرمیوں کا نوٹس لے۔

مولانا صغیر احمد کو صدمہ

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے شعبہ کتب کے استاذ مولانا صغیر احمد کے چھوٹے صاحبزادے محمد مختصر علالت کے بعد گزشتہ دنوں انتقال کرگئے۔ ادارہ لولاک مولانا کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعاگو ہے کہ اللہ رب العزت مولانا کو اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور صاحبزادے کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین!

ماہنامہ لولاک کے خریدران وایجنسی ہولڈرز حضرات متوجہ ہوں

ضروری اعلان

- ماہنامہ لولاک کا آج سے اٹھارہ سال قبل ملتان دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے اجراء کیا گیا۔ آغاز سے لے کر آج تک تسلسل کے ساتھ یہ برابر شائع ہو رہا ہے۔ اس کی ایک اشاعت کا بھی ناغہ نہیں ہوا جو ایک ریکارڈ ہے۔
- آج سے اٹھارہ سال قبل اس کا زرسالانہ ایک صد روپیہ اور فی پرچہ قیمت دس روپے رکھی گئی۔ اس پورے عرصہ میں کبھی کسی بھی قسم کا قیمت میں اضافہ نہیں کیا گیا۔
- ماہنامہ لولاک کے صفحات، کاغذ، پرنٹنگ، چار رنگ ٹائٹل، ڈاک وغیرہ کے اخراجات شمار کیے جائیں اور اس کی ہزاروں ہزار تعداد اشاعت کو سامنے رکھا جائے تو ہر ماہ دو سے ڈھائی لاکھ روپے تک خسارہ میں پرچہ جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ عالمی مجلس کے شعبہ تبلیغ کے فنڈ سے پورا کیا جاتا ہے کہ چلو یہ بھی تبلیغ کا ہی ایک اہم ذریعہ ہے، اتنے بھاری نقصان کو عالمی مجلس نے برداشت کیا لیکن اٹھارہ سال کے عرصہ میں قیمت میں اضافہ نہیں کیا۔
- لیکن دوسری طرف صورت حال یہ ہے ماہنامہ لولاک کے ہمعصر ماہنامہ رسائل کی قیمت دو، اڑھائی اور تین صد روپیہ تک چلی گئی۔
- اب جب کے اٹھارویں سال کا یہ آخری رسالہ پریس میں جا رہا ہے رفقاء کار کے مسلسل اصرار پر مجبوراً اعلان کرنا پڑا کہ آئندہ جلد 19 کے شمارہ نمبر 1 سے جو محرم ۱۴۳۶ھ کو شائع ہوگا اس شمارہ سے زرسالانہ -/180 روپیہ اور فی پرچہ قیمت پندرہ روپیہ ہوگی۔
- امید ہے کہ قارئین و متعلقین خوش دلی کے ساتھ اس اضافہ کو قبول کر کے اس دینی شمارے کے ساتھ اپنے مسلسل تعاون کو یقینی بنائیں گے۔
- تمام رفقاء آئندہ سال آغاز محرم سے زرسالانہ بڑے اہتمام کے ساتھ -/180 روپیہ بھجوائیں۔

والسلام

دعاگو: (مولانا) عزیز الرحمن جالندھری

مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

عقیدہ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموسِ رسالت اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لیے

تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

مجلس تحفظِ ختم نبوت کو دیجیے

تعارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

☆ حضرت امیر شریعتؒ اور خواجۂ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ صاحب کے ارشادات کی روشنی میں ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے بالاتر ہو کر تبلیغ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والی مذہبی جماعت ہے۔ الحمدللہ!

☆ الحمدللہ حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس کو پاکستان، اندرون و بیرون پاکستان قادیانیت کے تعاقب پر کامیابی نصیب ہوئی۔

☆ آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، قانوناً قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا گیا۔

☆ بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے رد میں مراکز قائم کیے گئے۔

☆ برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام ...... چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد

☆ چناب نگر میں سالانہ رد قادیانیت کورس ...... چناب نگر میں ایک سالہ ختم نبوت تخصص کورس کا انعقاد۔

☆ قادیانیت کے بھرپور تعاقب کے لیے 40 مبلغین 30 تبلیغی مراکز اور دفاتر 8 شعبہ ہائے تعلیم القرآن

☆ چناب نگر شعبہ کتب ...... شعبہ مترک ...... ماہنامہ لولاک ملتان ...... ہفت روزہ ختم نبوت کراچی۔

☆ تحفہ قادیانیت 6 جلدیں ...... احتساب قادیانیت 56 جلدیں ...... دیگر رد قادیانیت پر اہم کتب شائع شدہ

☆ اردو، انگریزی، عربی میں رد قادیانیت پر فری لٹریچر

☆ انٹرنیٹ پر ماہنامہ لولاک ...... ہفت روزہ ختم نبوت ...... اور دیگر مجلس کی کتب دستیاب ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-4783486-4583486

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر UBL-3464 حرم گیٹ برانچ ملتان

اپیل کنندگان

مولانا عبدالمجید لدھیانوی
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد مدظلہ
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ
مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

علاقائی مراکز کے فون نمبر

اسلام آباد 0300-7556481	راولپنڈی 0333-7639031	اٹک 0300-5280095 0321-5718212	گوجرانوالہ 0302-5152137	لاہور 0300-4264277	سرگودھا 0321-9601521	چناب نگر 0301-7972785	جھنگ 0307-3788823	خانیوال 0301-7819466	چیچہ وطنی 0300-7632256	بہاولنگر 0333-6398356	کراچی 0300-8999462
بہاولپور 0300-6851586	ملتان 4783486	رحیم یار خان 0301-7659790	سکھر 5625463 0302-3622805	پنوں عاقل 0301-3405745	سیالکوٹ 0300-7442857	حیدرآباد 3869948 0333-3553926	کنری 0300-3300241	کوئٹہ 2841995 0300-6849495	ژوب 0334-7225096	ٹوبہ ٹیک سنگھ 0305-7875765	قصور 0300-8950964

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

سلام زندہ باد — فرما گئے یہ ہادیؐ لانبی بعدی — تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

بمقام
مُسلم کالونی
چناب نگر

ختمِ نبوّۃ کانفرنس

ان شاء اللہ

33
ویں
دو روزہ
سالانہ
عظیم الشان

بتاریخ
23 24
اکتوبر 2014 بروز جمعرات جمعۃ المبارک

عنوانات

توحید باری تعالیٰ
سیرت خاتم الانبیاءؐ
عقیدہ ختم نبوّۃ
حیات عیسیٰؑ
عظمت صحابہؓ و اہلبیتؓ
اتحادِ اُمّت
اور ظہور مہدی

جیسے اہم موضوعات پر علماء کرام، مشائخ عظام ... دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

حضرت مولانا
عبدالمجید لدھیانوی

حضرت مولانا
عبدالرزاق اسکندر

صاحبزادہ حضرت مولانا
خواجہ عزیز احمد صاحب مدظلہ

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت
چناب نگر ضلع چنیوٹ

ملتان 061-4783486
چناب نگر 047-6212611